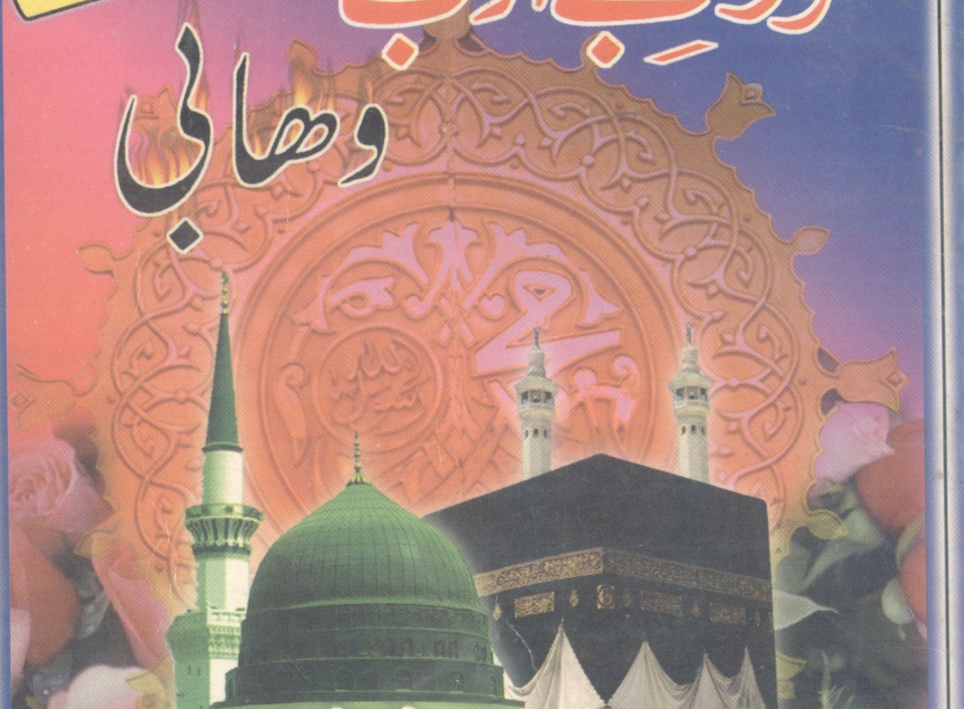
باادب کُتّے
اور بے ادب
وھابی



مصنف

حضرت علامہ مولانا الحاج الحافظ مفتی محمد فیض احمد اویسی صاحب

بااھتمام

حافظ محمد کاشف اشرفی عطاری

ناشر
قطب مدینہ پبلشرز
پُرانی سبزی منڈی، مرکز جامع مسجد فیضان مدینہ، کراچی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ﷺ

بادب کتے بے ادب وہابی

مصنف

فیض ملت، آفتابِ اہلسنت، امام المناظرین، رئیس المصنفین

حضرت علامہ الحافظ مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ العالی

با اہتمام

حافظ محمد کاشف اشرفی عطاری

ناشر

قطب مدینہ پبلشرز

(پرانی سبزی منڈی) نزد: عالمی مرکز فیضانِ مدینہ، باب المدینہ کراچی

فون: 2316838 فون نمبر موبائل: 0300-8229655 - 0300-9249927

نام کتاب

﴿ با ادب کتے بے ادب وہابی ﴾

مصنف

فیض ملت، آفتابِ اہلسنت، امام المناظرین، رئیس المصنفین

حضرت علامہ الحافظ مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ العالی

بااہتمام

حافظ محمد کاشف اشرفی عطاری

اشاعت اوّل : شوال المکرّم 1423ھ ، دسمبر 2002ء

اشاعت دوم: ربیع الاول 1425ھ ، مئی 2004ء

صفحات : 68

قیمت : 30 روپے

کمپوزنگ : الریحان گرافکس

فون موبائل: 0300-2809884 (0300-2809883)

پروف ریڈنگ: ابوالرضا محمد طارق قادری عطاری

فون موبائل : (0300-2218289)

﴿ ناشر ﴾

قطب مدینہ پبلشرز

(پرانی سبزی منڈی) نزد: عالمی مرکز جامع مسجد فیضانِ مدینہ کراچی

فون 2316838 فون نمبر موبائل 0300-8229655 -0300-9249927 - 0300

www.qutbemadina.com

email-qutbemadina@hotmail.com

فہرستِ مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ حمد الشاکرین والصلوٰۃ والسلام علی امام الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ الطیبین واصحابہ الطاہرین اولیاء امتہ الکاملین وعلماء امتہ الراسخین۔

اما بعد! فقیر نے ادب انبیاء واولیاء کے متعلق متعدد رسالے اور کتابیں لکھی ہیں۔ الحمد للہ سب کی سب مقبول مطبوع القلوب ہیں اکثر مطبوعہ ہیں ان میں ایک یہ رسالہ بھی ہے جس میں دکھایا گیا ہے کہ کتا ارذل جانور سہی لیکن اسے انبیاء بالخصوص امام الانبیاء علی نبینا وعلیہم السلام اور اولیاء کرام صحابہ عظام اور اہلبیت کرام کا ادب ہے بلکہ یہ اپنے مالک جس کا نمک کھاتا ہے اس پر اور اس کے کنبے پر جان نچھاور کرتا ہے۔ اس کی مفصل داستانیں فقیر کے رسالہ "نسبت بہ سگت" میں پڑھئے۔ اور بعض باتیں شرح حدائق بخشش میں بھی ہیں اس رسالہ میں چند کتوں کا ادب اور محبوبانِ خدا کی تعظیم اور اپنے مالک سے وفا کے واقعات لکھے گئے ہیں لیکن افسوس ہے اس انسان پر کہ اشرف المخلوق ہو کر محبوبانِ خدا کا بے ادب ہے بالخصوص وہابی، اسی لئے اس رسالہ کا نام رکھا ہے "باادب کتے اور بے ادب وہابی"۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

مدینے کا بھکاری الفقیر القادری

ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

بہاول پور۔ پاکستان

۸ ذو الحجہ ۱۴۲۲ھ

☆☆☆☆☆☆

مقدمہ

عرب کا مقولہ مشہور ہے ''الادب الاسلام کله'' اسلام ادب کا نام ہے۔

جو باادب ہے وہ باایمان ہے اور جو بے ادب ہے وہ بے ایمان ہے۔ اس کی تفصیل فقیر کی تصنیف ''باادب بانصیب اور بے ادب بے نصیب'' میں پڑھئے۔

اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے حبیب کریم ﷺ اور اپنے محبوبوں کے ادب کے لئے بڑی تاکید فرمائی ہے۔ اور بے ادبوں کی سزائیں اور شدید وعیدیں بیان فرمائی ہیں فقیر اس رسالہ میں صرف دو آیات مع تفسیر و تفصیل عرض کرتا ہے۔

ادب و تعظیم

اس کے بارے میں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

انا ارسلنك شاهد اوومبشرا ونذير التؤمنو اباالله ورسوله وتعزروه وتوقروه وتسبحوه بكرة واصيلا۔

ترجمہ: اے نبی بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم (وتکریم) توقیر کرو اور صبح شام اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرو۔

دوسرے مقام پہ فرمایا:

فاالذين آمنوابه وعزروه ونصروه واتبعو النور الذى انزل معه اولئك هم المفلحون۔

ترجمہ: پس جو لوگ ایمان لائے ان پر (یعنی محمد ﷺ پر) اور تعظیم کی ان کی اور مدد دی ان کو اور پیروی کی اس نور کی کہ اتارا گیا ہے ان کے۔

درسِ ادب

اللہ تعالیٰ کو تعظیم وتوقیر محبوب علیہ السلام مطلوب ہے (۱) آیت میں **لتومنو باللہ ورسولہ** کی لام تعلیلیہ ہے اس کا دخول اگر چہ ایمان پر ہے لیکن ایمان کی جان تعظیمِ رسول ہے۔ ﷺ (۲) آیت میں تین امور مذکور ہیں۔ اللہ اور اللہ کے رسول پر ایمان، رسول اللہ کی تعظیم وتوقیر۔ (۳) اللہ کی عبادت (تسبیح) ان تینوں کی ترتیب پر غور فرمایئے کہ اول ایمان آخر میں عبادت درمیان میں تعظیم حبیب کا ذکر اس میں اشارہ ہے کہ (۴) بہت سے اعدائے اسلام وبدمذہب کہ نبی ﷺ کی تعظیم وتکریم اور حضور ﷺ سے دفع اعتراضات میں تصنیفین کر چکے لکھ کر دے چکے مگر جب کہ ایمان نہ لائے کچھ مفید نہیں کہ یہ ظاہری تعظیم ہوئی اگر دل میں حضور اقدس ﷺ کی عظمت سچی ہوتی تو ضرور ایمان لاتے اور ظاہر ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی سچی تعظیم نہیں کی تو عمر بھر کی طاعت وعبادت بیکار اور مردود ہے۔

جوگی اور راہب ترکِ دنیا کر کے اپنے طور پر ذکر عبادتِ الٰہی میں عمر کاٹ دیتے ہیں بلکہ ان میں بہت سے ایسے ہوتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ کا ذکر سیکھتے ہیں اور ضربیں لگاتے ہیں مگر تمام بیکار اور مردود صرف اسی لئے کہ ان کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی عظمت اور ادب نہ تھا انہی کے متعلق فرمایا۔

وقد منا الی ماعملو امن عمل فجعلنا ہ ھباء منثورا۔ اور جو کچھ انہوں نے عمل کئے ہم نے سب برباد کر ڈالے اور فرمایا **عاملۃ ناصبۃ تعلی نارا حامیہ**، عمل کریں مشقتیں اٹھائیں۔ ان کا بدلہ کیا ہوگا یہ کہ بھڑکتی آگ میں بیٹھیں گے۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو بعد ایمان اپنے پیارے حبیب کی تعظیم وتوقیر اور رعایت ادب اپنی عبادت سے زیادہ محبوب ومنظور ہے اور ان کی شان میں ادنیٰ گستاخی

اور بے ادبی مبغوض و ناپسند ہے جب تو اس آیت کریمہ میں ایمان کے بعد ہی اپنے حبیب کی تعظیم وتوقیر حفظ ادب کا حکم فرمایا۔ **واللہ اعلم بالصواب**

اور ارشاد فرمایا: **یاایھاالذین اٰمنولاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروله بالقول کجھر بعضکم بعضاان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون۔**

اے ایمان والوں نبی کی آواز سے اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اوران کے حضور بات چلا کر نہ ہو جیسے ایک دوسرے سے چلاتے ہو کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

محدثین کرام ومفسرین

(۱) الشیخ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **قوله تعالیٰ (لاترفعوااصواتکم) آیات فیھا من خصائص النبی ﷺ تحریم رفع الصوت علیه والجھر له باالقول وفره مجاھد بذائه باسم اخرجهٔ ابن حاتم ونداءہٗ من ورآء الحجرات واستدل به العلماء علی المنع من رفع الصوت بحضرۃ قبره وعند قرات حدیثه لان حرمة میتاً کحرمته حیاً۔** (الاکلیل، صفحہ ۱۹۶ مطبوعہ مصر)

اللہ تعالیٰ کا قول: **لاترفعوااصواتکم** -ان آیات میں حضور ﷺ کے بعض خصائص کا ذکر ہے کہ حضور پہ آواز بلند کرنا حرام ہے اور حضور ﷺ سے چلا کر بولنا بھی حرام ہے امام مجاہد نے اس کی تفسیر یوں کی کہ حضور ﷺ کو نام لے کر پکارنا جیسے (یا محمد، یا احمد) منع ہے۔ (ابن ابی حاتم) اور باہر سے پکارنا بھی منع ہے۔ علماء کرام نے اس سے یہ استدلال کیا کہ حضور ﷺ کے مزار کے قریب آواز بلند کرنا حرام ہے اس لئے کہ آپ کی زندگی اور موت کا کوئی فرق نہیں آپ کا اب بھی اسی طرح ادب ضروری ہے جیسے ظاہری زندگی میں۔

فائدہ: لیکن یہ سبق اس کو فائدہ دے گا جو اپنے نبی اکرم ﷺ کو زندہ مانتا ہے۔ اور جو مر کر مٹی میں مل گیا کی رٹ لگاتا ہے اسے اس سے کیا فائدہ۔ واللہ اعلم بالصواب

(۲) حضرت علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ، **ذکرہ بعضھم رفع الصوت عند قبرہ علیہ السلام لانہ حیّ فی قبرہ (وقال) ذکرہ بعضھم رفع الصوت فی مجالس الفقھاء تشریفاً لھم اذھم ورثۃ الانبیاء**۔

حضور ﷺ کے مزار پاک کے قریب آواز بلند کرنے کو علماء کرام نے مکروہ فرمایا اس لئے کہ حضور مزار مبارک میں زندہ ہیں اور بعض علماء نے مجلس فقہاء میں رفع صوت کو مکروہ فرمایا ان کی عزت کے لئے کیونکہ وہ انبیاء کے وارث ہیں۔

فائدہ: صرف ان دو تفسیروں پر اکتفاء کیا گیا ہے تاکہ طوالت نہ ہو۔

آداب (1) آیت میں نہ صرف حضور سرور عالم ﷺ کی ذات کے ادب کی تاکید ہے بلکہ آپ سے معمولی سی نسبت کے متعلق بھی وہی ادب ہے جو آپ کی ذات کا مثلاً۔ مدینہ طیبہ آپ کے شہر کا نام ہے۔

علماء کرام نے اس شہر کی علیحدہ علیحدہ آداب پر مفصل بحث فرمائی ہے یہاں تک کہ مدینہ پاک کی مٹی کو ردی کہنے والے کے لئے قتل کا حکم صادر فرمایا ہے۔ (2) نبوت کی نزاکت کو سمجھئے کہ محض آواز اونچا کرنے پر بڑی سزا کی وعید سنائی گئی ہے یعنی۔ حبط اعمال۔ اور قرآن مجید میں جہاں بھی حبط اعمال آیا ہے مرتدین کے متعلق ہے چنانچہ فقیر اویسی غفرلہ نے وہ تمام آیات مراۃ الدلائل میں جمع کر دی ہیں۔ چند ایک ملاحظہ ہوں۔

آیاتِ حبط اعمال

نمبر شمار	آیات مبارک	پارہ	سورۃ	رکوع
(۱)	فاولئك حبطت اعمالهم فى الدنيا والاخرة ۔			
(۲)	اولئك الذى حبطت اعمالهم فى الدنيا والاخرة ومالهم من الناصرين۔	3	آل عمران	
(۳)	فقد حبط عملهٗ وهو فى الاخرة من الخاسرين ۔	6	المائدہ	5
(۴)	فحبطت اعمالهم فاصبحو من الخاسرين ۔	6	المائدہ	7
(۵)	والذين كذبو اباٰيتنا ولقاء الاخرة حبطت اعمالهم هل تجزون الاماكانوا يعملون.	9	اعراف	6
(۶)	ولو اشركو الحبط عنهم ماكانوا يعملون	7	انعام	6
(۷)	اولئك حبطت اعمالهم وفى النارهم خالدون.	10	التوبہ	9
(۸)	اولئك حبطت اعمالهم فى الدنيا والاخره اولئك هم الخاسرون ۔	10	التوبہ	15
(۹)	وحبط ماصنعوافيها وباطل ماكانو ايعملون ۔	12	ھود	3

(3) معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی ادنیٰ گستاخی بھی دین سے ہاتھ دھونا ہے۔

(4) گستاخی بے ادبی کے لئے عمداً خطاء کا اعتبار نہیں اس لئے کہ واقعہ ھذا میں ان کا آواز بلند کرنا بلا قصد تھا لیکن پھر بھی اسے کفر وارتداد قرار دیا گیا۔

(5) واقعہ میں بعد الانبیاء بزرگ ترین شخصیات کا بیان ہے جب کہ ان کی ایک نیکی کے برابر کونین کی نیکیاں نہیں ہو سکتیں جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس سوال پر کہ ستاروں کے برابر کس کی نیکی ہے حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام لیا تو بی بی کو ملال حزن ہوا کہ اُن کے والد ماجد رضی اللہ عنہ کی نیکیوں کا کیا حال ہے۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ کی تمام نیکیاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی غار کی راتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

اور سبع سنابل، صفحہ ۲۹ میں ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو فرمایا کہ عمر کے فضائل بیان کرو۔ عرض کی یارسول اللہ! اگر میں نوح علیہ السلام کی عمر لے کر آپ کے روبرو عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) کے فضائل بیان کرنا چاہوں تو پورے نہ بتا سکوں گا۔ اس کے بعد مصنف رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ مگر ان تمام فضائل کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک نیکی ہیں۔

انتباہ

اب فیصلہ ناظرین کے ہاتھ میں ہے کہ ایسے لوگوں کے لئے بہت بڑی وعید ہے جب کہ ان سے وہ بے ادبی عمداً نہیں بلکہ رواجاً ہے کہ عموماً مجلس نشینوں سے ایک دوسرے پر آواز بلند ہو جاتی ہے لیکن اللہ واحد القہار کے ہاں یہ عذر نامسموع اور تاویل غیر مطبوع ہے لیکن دور حاضرہ میں قد آور اور جگر خراش گستاخیاں لکھی پڑھی جا رہی ہیں۔ جنہیں ناظرین وقارئین اس لئے برداشت کر لیتے ہیں کہ چونکہ لکھنے والے بیان کرنے والے بڑے محبب مقبب اور پھر شیخ العالم قطب العالم حکیم الامت اور شیخ الاسلام اور مفکر اسلام قسم کے لوگ ہیں فلھذا صحیح ہو گا وغیرہ۔ اسی لئے چونکہ چنانچہ کہہ کر

ہم غریبوں کو ٹال دیتے ہیں۔ دھمکایا ڈرایا جاتا ہے۔ لیکن وقت گذرنے پر ان شاء اللہ بات واضح ہو جائے گی کہ وہ جب اپنے محبوب مرغوب مطلوب ﷺ کی معمولی بے ادبی اور کلمات از خیر البشر بعد الانبیاء ﷺ سننا گوارہ نہیں کرتا تو پھر یہ ملوانے کس قطار کے ہیں۔

لطیفہ

آیت ھذا سے بعض جہال استدلال کرتے ہیں کہ اہلسنّت رسول اللہ ﷺ کو حاضر و ناظر مانتے ہیں تو پھر زور سے کیوں بولتے ہیں ان کو چاہئے کہ ہر وقت آہستہ بولیں اور ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس آیت کے حکم سے اہلسنّت اذان اور تقاریر وغیرہ میں الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ (ﷺ) جہر کے ساتھ نہ پڑھیں۔ وغیرہ

فقیر اویسی غفرلہٗ

اس کے مفصل جوابات تو فقیر نے اپنی کتاب حاضر و ناظر میں لکھے ہیں سر دست اتنا عرض کرتا ہوں کہ اہلِ علم کے نزدیک مذکورہ بالکل کوئی اعتراض نہیں کہ اہل علم جانتے ہیں کہ یہاں پر (**فوق صوت النبی**) نبی کی آواز پر اپنی آواز بلند کرنے کا حکم ہے جو ہمارے پروگراموں کے منافی نہیں ہاں فوق النبی ہوتا تو اعتراض بجا تھا دوسرا یہ کہ ہمارا حاضر و ناظر ماننا ہر جگہ جسمانیت کے لحاظ سے ہیں۔ اور پھر یہ حکم حضور کے جسمانی حکم کے ساتھ خاص ہے۔

چونکہ ہم اہلسنّت اپنے نبی علیہ السلام کو حیات جسمانی حقیقی سے متصف مانتے ہیں اسی لئے اب بھی روضہ اقدس کے سامنے آہستہ بولتے ہیں بخلاف منکرین حیاۃ النبی کے کہ وہاں چل کر دیکھئے کہ کیا ہو رہا ہے اور کیسے وہ چیختے چلاتے شور مچاتے ہیں باوجودیکہ جالی مبارک کے اوپر یہی آیت مبارکہ ترکوں کے دور سے جلی قلم کے ساتھ نمایاں لکھی ہوئی ہے۔

نوٹ: اس قسم کی مزید تفصیل ہم نے اپنی کتاب ''بے ادب بے نصیب'' میں لکھ دی ہے۔

انتباہ: بے ادبوں سے پرہیز بلکہ ان پر زجر و توبیخ کی اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی ہے اور اجر عظیم کی نوید سنائی ہے چنانچہ فرمایا: **لاتجد قوما یومنون باالله والیوم الآخر یوادون من حاد الله ورسوله ولو کانو آبا۔ هم اوابنا ءهم اواخوانهم اوعشیر تهم اولئك کتب فی قلوبهم الایمان وایدهم بروح منه وید خلهم جنت تجری من تحتها الانهار خالدین فیها رضی الله عنهم ورضوا عنه اولئك حزب الله الا ان حزب الله هم المفلحون۔**

ترجمہ: تو نہ پائے گا ان میں جو ایمان لاتے ہیں اللہ اور قیامت پر ان کے دل میں ایسوں کی محبت آنے پائے جنہوں نے خدا اور رسول سے مخالفت کی، چاہے وہ اُن کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہی کیوں نہ ہوں یہ لوگ وہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش کر دیا اور اپنی طرف کی روح سے اُن کی مدد فرمائی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ اُن میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ اُن سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ یہی لوگ اللہ والے ہیں۔ اللہ والے ہی مراد کو پہنچے۔

درسِ ادب

(1) اس آیت کریمہ میں صاف فرمایا گیا جو اللہ عزوجل، یارسول اللہ ﷺ کی جناب میں گستاخی کرے وہ مسلمان رہتا ہی نہیں خواہ وہ اپنے آپ کو کتنا ہی بڑا مسلمان، عالم، حافظ، حاجی سمجھے۔

(2) آیت میں ارشاد فرمایا کہ باپ بیٹے بھائی عزیز سب کچھ یعنی کیسا ہی مکرم و معظم یا کیسا ہی باالطبع محبوب ہو گستاخی کے بعد اس سے محبت نہیں رکھی جا سکتی خواہ اس محبت کرنے میں کتنا ہی فائدہ اور نہ کرنے میں کتنا ہی دنیوی نقصان ہوتا ہو۔

آیت پر عمل کرنے سے مندرجہ ذیل فوائد نصیب ہوں گے۔

فوائد

(۱) اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں ایمان نقش کردے گا جس میں ان شاء اللہ حسن خاتمہ کی بشارت ہے کیونکہ اللہ کا لکھا نہیں مٹتا۔ (۲) اللہ تعالیٰ روح القدس سے تمہاری مدد فرمائے گا۔ (۳) تمہیں ہمیشگی کی جنت میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں دواں ہیں۔ (۴) تم خدا تعالیٰ کے گروہ کہلاؤ گے یعنی خدا والے ہو کر آؤ گے۔ (۵) مُنہ مانگی مرادیں پاؤ گے۔ (۶) سب سے زیادہ یہ کہ اللہ تم سے راضی ہوگا۔ (۷) تم اللہ سے راضی اللہ تم سے راضی۔

نتیجہ

بندے کے لئے اس سے زیادہ اور کیا نعمت ہو کہ اس کا رب اس سے راضی ہو مگر انتہائے بندہ نوازی یہ کہ فرمایا اللہ اُن سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔

انتباہ

مسلمانو! خدا لگتی کہنا کہ اگر کروڑوں جانیں آدمی رکھتا ہو اور وہ سب کی سب ان عظیم دولتوں پر نثار کردے کہ وہ اللہ کو مفت پائے پھر زید وعمر سے علاقہ تنظیم ومحبت سے یک لخت ختم کردینا کتنی بڑی بات ہے جس پر اللہ تعالیٰ اُن سے بے بہا نعمتوں کا وعدہ فرما رہا ہے اور اللہ کا وعدہ یقیناً سچا ہے جیسا کہ اس کے ماننے والوں پر اپنے عذابوں کا تازیانہ بھی رکھتا ہے کہ جو نعمتوں کے لالچ میں نہ آئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم

آیت کے نزول کے مصداق اوّل صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہیں اس آیت پر کس طرح عمل کیا ملاحظہ ہو۔

(۱) عبیدہ بن جراح نے جنگ اُحد میں اپنے باپ جراح کو قتل کیا۔

(۲) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو مصعب بن عمیر نے اپنے بھائی

عبداللہ بن عمیر کو طلب کیا لیکن رسول اللہ ﷺ نے روک دیا۔

(۳) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو روز بدر قتل کیا۔

(۴) حضرت علی ابن ابی طالب حمزہ اور ابو عبیدہ نے ربیعہ کے بیٹے عتبہ اور شیبہ کو اور ولید بن عتبہ کو بدر میں قتل کیا جو اُن کے رشتے دار تھے خدا اور رسول پر ایمان لانے والوں کو قرابت اور رشتہ داری کا کیا پاس۔

فائدہ: سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو روکنے اور دوسروں کو نہ روکنے میں رسول اللہ ﷺ کے علم ما فی الغد کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کو علم تھا مارے جانے والے اپنے کفر سے باز نہ آئیں گے۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا صاحبزادہ مسلمان ہو جائے گا۔

چنانچہ حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ بددینوں اور بدمذہبوں اور خدا اور رسول کی شان میں گستاخی کرنے والوں سے مؤدت اور اختلاط جائز نہیں اگرچہ آج کل یہ بات عوام بلکہ خواص کو سخت گزرتی ہے لیکن حقیقت یہی ہے کہ بدمذاہب سے تعلق اور وابستگی ایمان کے انجام کے لئے سخت مضر ہے کسی نے خوب فرمایا۔

دور شو از یار بد ☆ یار بد بدتر بود از مار بد

اسلاف رحمہم اللہ کے کارنامے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے بہت بڑے عالمِ وقت کا سلام عرض کیا، آپ نے فرمایا اس کے منہ پر مارو مجھے اس کا سلام قبول نہیں ہے اس لئے کہ وہ قدری (بدمذہب) ہے۔

ایک محدث کا ذکر ہے کہ بوقتِ موت رو رہے تھے لوگوں نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ میں نے ایک دن ایک بدمذہب کو سلام کا جواب دیا تھا مجھے خطرہ ہے کہ اس نحوست

سے عذاب میں گرفتار نہ کیا جاؤں۔

☆ کتا بھونکنے والا جانور ہے اور بھونکنا اس کی سرشت میں داخل ہے کتے کی بھونک بعض اوقات اتنی کرخت اور اتنی شدید ہوتی ہے کہ بڑے بڑوں کا پتا پانی ہو جاتا ہے۔

☆ کتا بڑا ضدی اور لالچی ہوتا ہے اس کی ضد اور ہٹ دھرمی ضرب المثل ہے۔

☆ اُردو میں کئی محاورے اس ذات ذلیل سے منسوب ہیں مثلاً کتا کتے کا بَیری۔ کتے کی دُم ٹیڑھی۔

کُتّے کی نیک خصلتیں

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کتے میں دس نیک عادات ہوتی ہیں اہلِ ایمان پر واجب ہے کہ وہ بھی ان عادات کو اپنائیں۔

(۱) رات کو بہت تھوڑا سوتا ہے یہی عشاق کی خصلت ہے۔(۲) جب مرتا ہے تو اس کی کوئی میراث نہیں ہوتی یہی زاہدین کا طریقہ ہے۔(۳) اپنے مالک کا وفادار ہوتا ہے اسے مارے یا اس پر ظلم کرے تب بھی اس کا تعلق نہیں توڑتا یہی سچے مریدین کا طریقہ ہے۔(۴) جہاں جگہ مل جائے گزارا کر لیتا ہے یہی تواضع گزین کی عادت ہے۔(۵) اگر چہ کسی جگہ پر قبضہ کر سکتا ہے تب بھی اسے چھوڑ کر دوسری جگہ قبول کر لیتا ہے یہی راضی برضا اللہ لوگوں کا کام ہے۔(۶) اسے مار بھگاؤ لیکن تھوڑا سا روٹی کا ٹکڑا دکھاؤ واپس آجاتا ہے اسے مار بھگانے سے کینہ اور بغض نہیں ہوتا نہ خاشعین کا طریقہ ہے۔(۷) جب کھانا لایا جاتا ہے تو آرام سے بیٹھ کر اسے دیکھتا رہتا ہے چھیننے کی جرأت بہت کم کرتا ہے یہی مسکینوں کا کام ہے۔(۸) جب جگہ کو چھوڑ کر چلا جائے اس کے لئے واپس لوٹنے کا نام نہیں لیتا یہی محزون لوگوں کا طریقہ ہے۔(کذا فی روض الریاحین امام الیافعی رحمۃ اللہ علیہ)

نوٹ: کُتے کی تمام خصلتیں اچھی لیکن اس میں ادب کا پہلو نمایاں ہے اسی لئے اس

رسالہ میں موضوع بحث بنایا جا رہا ہے۔

کُتّا اسلام کی نظر میں

اسلامی معاشرہ میں کتا منہ نہیں لگایا جاتا اور نہ ہی اس کی طرف پیار و محبت کی پینگیں بڑھائی جاتی ہیں۔ بلکہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ جہاں آوارہ کتا ہو وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ ایک مرتبہ وحی رُک گئی جبریل علیہ السلام سے نبی پاک ﷺ نے وجہ پوچھی تو عرض کی کہ آپ کی چارپائی کے نیچے کتے کا بچہ پڑا ہے۔ اسے باہر پھینکا گیا (اتقان) سوائے نگرانی اور شکار کے کسی کتے کو گھر میں رکھنے کی اجازت نہیں۔ یہاں صرف کتّے کے متعلق ادب کا بیان مطلوب ہے۔ اسی لئے مزید تفصیل کتب فقہ میں پڑھنی چاہئے۔

کتّا انگریزوں اور ان کے ہمنواؤں کی نظر میں

کتّے کو مغرب میں خاص پذیرائی ملتی ہے اہلِ مغرب اس سے بے پناہ محبت کرتے ہیں چاہت اور محبت کے نذرانے پیش کرتے ہیں وہ اس کے بہت قدردان ہیں معلوم ہوتا ہے کہ مغرب میں خواجہ سگ پرست کے ماننے والے کثیر تعداد میں رہتے ہیں جو کتے کی محبت میں باولے ہو گئے ہیں۔ انگریز لوگ نہ صرف کتے کو اپنے ساتھ کھانا کھلاتے ہیں بلکہ اپنے ساتھ نرم و گداز بستر پر بھی لٹاتے ہیں۔ اس کا منہ چاٹنا، اسے گود میں بٹھانا۔ اس سے چونچلے کرنا۔ لاڈ و پیار کرنا ان کے نزدیک سب جائز ہے مغرب کا کتا نصیبوں والا ہے کہ گوروں کے ساتھ کار میں بیٹھ کر سیر و تفریح سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ افسوس انگریزوں کی تقلید میں بعض مسلمان بھی کتّے پر جان نچھاور کرتے اور اس سے اس طرح برتاؤ کرتے ہیں جیسے انگریز کرتے ہیں بلکہ یہ ان سے دو گز آگے ہیں۔ ہمارا ایک جانا پہچانا طبقہ کتّے کو اپنی زندگی کی بنیادی ضرورت سمجھتا ہے

اور اسے ہر وہ سہولت بہم پہنچاتا ہے جس کا انسان عمومی زندگی میں تصور بھی نہیں کرسکتا پہلے یہ لوگ انگریزوں کے کتے نہلاتے تھے آزادی کے بعد اس شعبہ میں اب نہ صرف خودکفیل ہیں بلکہ سرکاری سرپرستی میں ڈاگ شو منعقد کرانے میں بھی کامیاب ہوگئے ہیں جس میں ان کی بیگمات کا عمل دخل اور ہاتھ نظر آتا ہے۔

ممتاز سیاست دانوں اور وڈیروں کے اندرونی معاملات میں کتے کی مداخلت ڈھکی چھپی بات نہیں رہی ایک سابق وزیر اعظم اپنی پریس کانفرنسوں میں اپنے ذاتی کتے کو وی آئی پی سیٹ پر بٹھاتے تھے۔ اور پریس کو یہ باور کراتے کہ جمہوری نظام کے استحکام کے لئے کتے کا وجود بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ سب کو معلوم ہے کہ ہمارے اسلامی ملک پاکستان کی ایک مشہور لیڈر کی دنیا سے رخصتی کے وقت کتا ہی اس کا رفیق تھا وفات کے بعد دروازہ توڑ کر جب اس کا جسد خاکی نکالا گیا تو سب سے پہلے کتا باہر آیا۔

ایک مرتبہ پاکستان میں کسی سیاسی شخصیت (نام یاد نہیں) کا کتا مر گیا۔ اس نے اپنے بنگلہ کے سبزہ زار میں اسے دفن کیا اور اس کی قبر پر سنگِ مرمر کا تعویذ بنوادیا۔ کتے کی وفاداری کی مثال دی جاتی ہے اور اس کی مکاری وعیاری دغا جھوٹ اور فریب کا مظاہرہ آج کل ایوان نمائندگان میں دیکھے جاسکتے ہیں جہاں اس کے یار دوست اور سجن بیلی لب کشا ہوتے ہیں تو ہمیں حضرت شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی یاد آجاتے ہیں جو ساتویں صدی میں کہہ گئے تھے

جمال ہم نشیں در من اثر کرد ☆ ورنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

پاکستان میں عام لوگوں کے ہاں نہ سہی۔ امیروں وڈیروں اور جاگیرداروں کے ہاں اس "انٹرنیشنل جانور" کو کافی پذیرائی ملتی ہے اس کی صحت اور علاج معالجہ کا خاص خیال رکھا جاتا ہے روشنیوں کے شہر کراچی میں تو ڈیفنس سوسائٹی کے علاقے میں امیر لوگوں کے کتوں کے علاج معالجے کے لئے ایئر کنڈیشنڈ ہسپتال بھی موجود ہے جہاں

کتے کے چیک اَپ کے =/100 روپے فیس لی جاتی ہے اور آپریشن کی فیس =/2000 مقرر ہے، علاوہ ازیں کتوں کے دل بہلاوے کے لئے انہیں ٹافیاں بھی کھلائی جاتی ہیں۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

ہمیں شکر نہیں ملتی انہیں ٹافی میسر ہے

یہ اپنی کم نصیبی ہے وہ کتوں کا مقدر ہے

ہاں کتّے میں وفا کی خصوصی عادت ہے

کتے کے بارے میں انگریز کے ریمارکس یہ ہیں کہ: The dog is a faith ful animal یعنی کتا ایک وفادار جانور ہے بلا شبہ کتے کی وفاداری کے قصے بہت مشہور ہیں۔

اسی لئے لوگ اپنے گھر کی دربانی اور چوکیداری کا اہم فریضہ کتے سے لیتے ہیں یورپ میں تو اس سے جاسوسی اور تلاشی کا کام بھی لیا جاتا ہے۔ اب یہی کام پاکستانیوں نے بھی شروع کرر کھا ہے۔ حالانکہ شرعاً اس کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ کتا غلطی کر جائے تو دوسرے کا مال کھانے کا وبال قیامت میں سخت تر ہوگا۔

وما علینا الاالبلاغ

باادب کُتّا

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں باادب بھی ہیں اور بے ادب بھی۔ فقیر نے حتی الوسع ہر گروہ کے لئے علیحدہ علیحدہ تصنیف لکھی ہے یہاں صرف کتے کے بارے میں گذارش کروں گا۔

سب کو معلوم ہے کہ کتا ایک رذیل ترین جانور ہے اور اس کے اندر بے شمار برائیاں ہی لیکن باادب ہے یہاں تک کہ جس کا نمک کھاتا ہے اس کا تو فدائی ہے بلکہ ا

سکے جملہ عزیزوں سے پیار کرتا ہے جب کسی کو اپنے مالک کا مہمان دیکھتا ہے اس کا بھی ادب کرتا ہے بلکہ اس کی نظروں میں وہ بھی معزز ہے جو لوگوں کی نظروں میں معزز ومکرم ہے خواہ دینی محترم شخصیت یا دنیوی اور اگر اس سے خطرہ ہو تو اس کے آگے ہڈی ڈال دو تو بھی ایذاء نہیں پہونچاتا۔

فقیر اویسی غفرلہ کا مشاہدہ

طالب علمی میں فقیر کو روٹیاں لانے پر استاذ محترم رحمۃ اللہ علیہ نے ذمہ لگایا اس بستی میں ایک خونخوار کُتا تھا جو ہمیشہ بندھا رہتا۔ سونے کے بعد اسے چھوڑ دیا جاتا تاکہ چوروں وغیرہ سے حفاظت رہے۔ ایک رات نا معلوم اول شب کو اسے باندھنا بھول گئے۔ فقیر روٹیاں لینے گیا تو وہ کُتا خونخوار میری طرف دوڑا۔ فقیر نے جمع شدہ روٹیاں اس کے آگے پھینک دیں وہ مجھ کو چھوڑ کر روٹیوں میں مصروف ہو گیا۔

کتا بہر حال جیسا بھی ہو باادب ہے۔ کتے کی دو اقسام ہیں:

(۱) اہلی (۲) سلوقی۔ یہ سلوق کی طرف منسوب ہوتا ہے سلوق یمن کا ایک شہر ہے۔

سُلوقی کتّے بہت شرارتی ہوتے ہیں ان کی طبع میں شرارت بھر پور ہوتی ہے اور معاملات میں بھی بہت گندے ہوتے ہیں اس شہر کے کتّے بہت قد والے ہوتے ہیں ان کے ذریعے لوگ شکار کھیلتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ کتا اہلی ہو یا سلوقی ہر دونوں کی طبع میں شرارت کا مادہ ہوتا ہے کسی میں زیادہ کسی میں کم۔

کتّے کو احتلام ہوتا ہے اور ان کی مادینوں کو حیض آتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کتا امین خیانتی دوست سے بہتر ہے۔

(روح البیان)

نوٹ: کتّے کے متعلق مزید تفصیل فقیر کی تصنیف ''جانوروں کی دنیا'' میں پڑھیے۔

باادب کتّے

اس موضوع میں سب سے اولیت سگِ اصحاب کہف کو ہے جس کے ادب کو خود خداوند قدوس نے قرآن مجید میں بیان فرمایا: **وکلبھم باسط ذراعیه بالوصید۔**

ترجمہ: اوران کا کتا اپنی کلائیاں پھیلائے ہوئے ہے غار کی چوکھٹ پر۔ (کنزالایمان)

اس کی تفسیر میں حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ: اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی صحبت کا کتّے پر اتنا اثر ہوا کہ اُس کا ذکر عزت سے قرآن میں آیا اور اس کے نام کے وظیفے پڑھے جانے لگے تو جس انسان کو نبی ﷺ کی صحبت نصیب ہو اس کا کیا پوچھنا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ تمام عبادت سے بڑھ کر اچھی صحبت اختیار کرنا ہے کہ اس کا فائدہ انسانوں پر محدود نہیں۔ چونکہ اس کتّے کا ذکر اصحابِ کہف کے ساتھ ہے ان کا تعارف ملاحظہ ہو۔

تعارف اصحابِ کہف

مروی ہے کہ دقیانوس نے جب روم کے ممالک پر قبضہ کیا تو اس نے یہاں پر اپنے معبودانِ باطلہ کے لئے ایک مذبح تیار کیا اور شہر والوں کو حکم فرمایا کہ اس کے معبودوں کی پرستش کریں جو شخص اس کے حکم پر بتوں کی پرستش کرتا نجات پا جاتا اور جو انکار کرتا اسے قتل کرا دیتا۔ اسی شہر کے چھ بزرگ زادے نوجوان گوشۂ تنہائی میں بیٹھے خدا تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہو گئے اور ہر وقت بارگاہ حق میں ایسے ظالم بادشاہ کی شرارت سے پناہ مانگتے تھے لیکن جب ان کا معاملہ بادشاہ تک پہنچا تو اس نے انہیں گرفتار کر لیا اور سختی سے غیر اللہ کی پرستش پر مجبور کیا لیکن یہ حضرات توحید حق پر ڈٹ گئے بادشاہ کے غلط حکم کی ذرہ برابر پرواہ نہ کی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ ان کا تمام مال و متاع چھین لیا جائے اور انہیں کہا کہ تم نوجوان ہو ابھی تم دنیا سے نفع اندوز نہیں ہوئے مجھے تمہارے حال پر رحم آتا ہے میں تمہیں تین دن کی مہلت دیتا ہوں تم اپنے متعلق سوچ لو میرا حکم مانو گے تو زندگی آرام سے بسر ہو گی ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔ انہوں نے

ان تینوں دنوں کو غنیمت سمجھا بادشاہ سے مہلت پا کر وہاں سے بھاگ نکلے اور بقدر ضرورت زادِ راہ اپنے اپنے گھروں سے اٹھا کر رختِ سفر باندھ کر شہر کے کسی نزدیکی غار میں چھپ گئے۔ (مزید تفصیل فقیر کے رسالہ ''اصحابِ کہف'' میں ہے)

سگِ اصحابِ کہف

مروی ہے کہ جب رختِ سفر باندھ کر روانہ ہوئے تو راستہ میں چرواہا ملا اس نے بھی ان کی رفاقت اختیار کی، چرواہے کا ایک کتا تھا وہ بھی ان کے پیچھے ہولیا ہر چند اسے بھگایا اس نے ان کا دامن نہ چھوڑا اللہ تعالیٰ نے اسے بولنے کی طاقت بخشی اور ان سے گویا ہوا کہ بزرگو! مجھے اللہ والوں سے پیار اور عقیدت ہے فلہٰذا مجھے بھی ساتھ لے چلو بلکہ جہاں تم آرام فرماؤ گے میں تمہاری نگرانی کرتا رہوں گا۔ چرواہے نے کہا اس پہاڑ میں ایک غار ہے جو ہمارے مقصد کے لئے موزوں ہے چنانچہ چرواہے کے مشورے پر اسی غار میں پہنچے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا۔ (پارہ ۱۵) میں تفصیل ہے۔

فائدہ: حیوٰۃ الحیوان (دمیری) میں لکھا ہے کہ اکثر مفسرین کی رائے یہی ہے کہ اصحابِ کہف کا کتا انہی کتوں کی جنس سے تھا لیکن ابن جریج سے مروی ہے کہ وہ شیر تھا اس لئے کہ عرب والے شیر کو بھی کلب کہتے ہیں چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے عتبہ بن ابی لہب کے بیٹے کے لئے دعا میں فرمایا یا اللہ تعالیٰ اس پر اپنے کتوں میں سے ایک کتا مسلط فرما۔ آپ کی دعا مستجاب ہوئی کہ عتبہ کو شیر نے پھاڑ کھایا۔ تفصیل دیکھئے فقیر کی تصنیف ''نبی کی ہر دعا مستجاب''۔

اصحابِ کہف مصطفیٰ کریم ﷺ کی غلامی میں

اور کتے کا ادب

امام ثعلبی کی تفسیر میں مرقوم ہے کہ اصحابِ کہف کی ملاقات کا حضور سرورِ عالم ﷺ کو خیال ہوا آپ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا انہوں نے عرض کی کہ آپ انہیں اس عالمِ دنیا میں نہیں دیکھیں گے البتہ آپ اپنے پسندیدہ اصحاب کو بھیج کر اپنی دعوتِ اسلام سے انہیں نواز سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں اپنے اصحاب کو ان کے ہاں کس طرح اور کیونکر بھیجوں؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ اپنی چادر مبارک بچھایئے اور صدیق و فاروق اور علی المرتضیٰ اور ابوالدرداء (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو فرمایئے تا کہ وہ ہر ایک اسی کے ایک کونہ پر بیٹھ جائیں اور ہوا کو حکم فرمائیں تا کہ وہ انہیں اڑا کر غار تک پہنچا دے اور ہوا آپ کی فرمانبردار ہے جیسے تختِ سلیمانی کو اڑا کر چلتی تھی آپ کے غلاموں کو بھی لے جائے گی۔ حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی چنانچہ ہوا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اڑا کر غار تک لے گئی انہوں نے غار سے ایک پتھر ہٹایا تو کتے نے جوں ہی روشنی دیکھی اوّل تو شور مچاتے ہوئے حملہ آور ہونے کی کوشش کی اس کے بعد جب صحابہ کرام کی شخصیت پر نگاہ ڈالی تو دم ہلا کر اصحاب کہف کو ہاں جانے کا اشارہ کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اصحاب کہف کے قریب ہوئے اور کہا السّلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کی ارواح کو ان کے اجسام میں واپس لوٹایا تو انہوں نے ان کے سلام کا جواب دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی حضرت محمد بن عبداللہ ﷺ نے آپ حضرات کو سلام بھیجا ہے اور اسلام کی دعوت بھی۔ ان حضرات نے دعوتِ اسلام قبول کی اور عرض کی ہمارا بھی بارگاہِ رسالت میں سلام عرض کر دینا۔ یہ کہہ کر پھر آرام گاہ میں چلے گئے۔ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ جو حضور سرورِ عالم ﷺ کے اہلبیت سے ہوں گے کے ظہور کے وقت زندہ ہوں گے اور امام مہدی ان پر سلام کہیں گے وہ ان کو سلام

کا جواب دیں گے اس کے بعد بدستور آرام گاہ میں آرام فرمائیں گے اور قیامت میں ہی اٹھیں گے۔ (روح البیان وحیوۃ الحیوان للدمیری رحمۃ اللہ علیہ)

درس ادب اور فوائد

(1) کتے کے ادب پر غور ہو کہ اس نے کیسے صحاب کرام رضی اللہ عنہم کا ادب نجالایا۔ اس سے خود سمجھ لیں جو صحابہ کرام اور اولیائے عظام کا بے ادب وہ کتے سے بدتر ہوا یا نہ ہے حیوۃ الحیوان میں ہے کہ اس کتے کی اس عادت سے تمام کتوں میں یہ عادت سرایت کر گئی ہے کہ وہ معظم شخصیات کا ادب کرتے ہیں۔ (2) محبوبانِ خدا کی ملاقات کا شوق سنّت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ (3) اصحاب کہف بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی اور غلام ہیں۔ (4) اولیاء اللہ اپنے مزارات میں زندہ ہیں۔ (5) ہوا بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہے۔ (6) حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کی پُر وقار شخصیت سے آکر ملیں گے تو اللہ والوں کو مزارات میں دنیوی امور کا علم ہے۔ (7) اولیاء اللہ مرنے کے بعد زندہ ہو سکتے ہیں اور ہوتے رہتے ہیں۔ تفصیل دیکھئے فقیر کی تصنیف ''کراماتِ اولیاء'' میں۔

سگ اور اصحاب کہف کی برکات

اصحاب کہف کا کتا بھی برکات لے گیا۔ اور بنی اسرائیل کے بناء میں اصحاب کہف ہیں ان کی مندرجہ ذیل برکات ہیں تا حال ثابت چنانچہ تفسیر نیشا پوری، تفسیر جمل علی الجلالین اور بہاری اور روح البیان وغیرہ میں سورہ کہف زیر آیت **ما نعلمهم الا قلیل** لکھا کہ اصحاب کہف کے نام اتنے جگہ کام آتے ہیں۔

(۱) گمی چیز تلاش کرنا (۲) جنگ کے وقت (۳) بھاگتے وقت (۴) آگ بجھانے کے لئے ایک کاغذ پر لکھ کر آگ میں ڈال دو (۵) بچہ کے رونے کے وقت لکھ کر

گہوارے میں بچہ کے سر کے نیچے رکھ دیئے جائیں اور (۶) کھیتی کے لئے اگر کسی کاغذ پر لکھ کر لکڑی میں لگا کر درمیان کھیت میں کھڑی کردی جائے ۔ (۷) اور بخار (۸) سر درد کے لئے (۹) حاکم کے پاس جانے کے وقت سیدھی ران پر باندھے (۱۰) جب بچہ پیدا ہونے میں دشواری ہو رہی ہو تو عورت کی بائیں ران پر لکھ کر باندھے (۱۱) مال کی حفاظت کے لئے (۱۲) دریا میں سوار ہوتے وقت اور قتل سے بچنے کے لئے (از الحرف الحسنی وتفسیر خزائن العرفان وجمل) عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ اصحاب کہف سات ہیں (1) یملیخا (2) مکشیلینا (3) مثلمینا (4) مرنوش (5) دبرنوش (6) شادنوش (7) مرطوش ۔ اور ان کے کتے کا نام قطمیر تھا۔ اور جب کوئی تعویذ لکھنا پڑے یوں لکھئے۔

تعویذ یہ ہے:



ان کے نام کی برکت سے مصیبت ی ہے۔ جلی ہوئی آگ بجھتی ہے۔ گھبرایا ہوا دل قرار پاتا ہے۔ قرآن میں ہے، **الا بذکر اللہ تطمئن القلوب** ۔ اللہ کے ذکر سے دل چین میں آتا ہے، شفا شریف وغیرہ میں ذکر اللہ سے حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام مراد لئے گئے ہیں اور ہمارے دور کے معتزلہ اپنے نبی ﷺ کی امت کے اولیاء کے کمالات وکرامات کے منکر ہیں ۔ بنی اسرائیل کے اولیاء کے کمالات کے قائل ہیں یہ ان کی شوم بختی اور بدقسمتی کی دلیل ہے۔

ہم اہلسنت خوش بخت ہیں کہ اللہ والوں کے فیوض وکمالات کے قائل اور ان سے محبت اور عقیدت رکھتے ہیں اور ان شاء اللہ، اللہ والوں کے ساتھ اس عقیدت اور محبت کا بہترین ثمر ہمیں نصیب ہوگا جیسا کہ جانے والے لوگوں کے حالات بتاتے ہیں کہ مرنے کے بعد ان کے ہاں عمل کی پونجی اگرچہ نہ تھی لیکن اللہ والے سے معمولی سی نسبت یا کوئی تعلق تھا تو اللہ نے اس نسبت وتعلق کو دیکھ کر معاف فرما دیا۔ ہزاروں واقعات سے چند ایک یہاں پر حوالہ قلم ہیں۔

اولیاء اللہ کے تعارف سے بخشش

حضرت مولانا جامی قدس سرہ نفحات الانس صفحہ ۲۱ میں لکھتے ہیں کہ حدیث شریف میں ہے۔ کہ قیامت کے دن ایک بندہ مفلسی اور بدکرداری کے سبب ناامید ہو جائے گا۔ حق تعالیٰ فرمائے گا اے بندے کیا تو فلاں محلہ میں فلاں دانشمند یا فلاں عارف کو پہچانتا تھا وہ جواب دے گا ہاں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جا میں نے تجھے اس کے طفیل بخش دیا۔

فوائد: (۱) اولیاء اللہ کو صرف جاننا بھی موجب نجات ہے خواہ وہ اولیاء اللہ جانتے ہوں یا نہیں۔ (۲) جب محض جاننا موجب نجات ہو تو پھر اُن سے تعلق ونسبت اور محبت وعقیدت کا کیا حال ہوگا۔ شیخ عطار قدس سرہٗ نے فرمایا۔

''حُبِ دُرویشاں کلید جنت است
اعدائے ایشان لائق دوزخ است''

(۳) سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی گیارہویں اور دیگر بزرگوں کے اعراس اور ان کے مزارات کی حاضری اور پھر ان کے سلاسل کے بزرگوں کے اسماء سلسلہ وار منظوم ومنثور کے طور پڑھنا بھی اسی حدیث پاک کی رو سے موجبِ نجات ومغفرت ہے۔

(۴) اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ حدیث مذکور کی نوید ہے۔ اس سے اس غلط فہمی کی

تردید ہوئی جو کہتا ہے کہ حدیث سنداً نا معلوم کیسی ہے۔ اصول حدیث میں ہے کہ جو ضعیف وموضوع حدیث صحیح حدیث سے مؤید ہو وہ حدیث معنیً صحیح ہو جاتی ہے۔ (اصول فقہ اسماعیل دہلوی) (۵) حدیث صحیحین (بخاری ومسلم) ''**لایشقی جلیسهم**'' سے بھی تائید ہوئی۔

اللہ والوں کی شان

حدیث شریف میں ہے کہ:

''**امتی مرحومة وانما یدفع الله عنهم البلایا باخلاصهم وصلواتهم ودعائهم وضعفائهم**'' (روح البیان صفحہ ۲۲۵، ۵۷)

میری امت پر رحمت خداوندی ہے۔ ان سے اللہ عذاب، بلائیں دفع فرماتا ہے ان کی اخلاص اور نمازوں اور عطاؤں اور ضعیفوں کی برکت سے۔

حضرت قاسم بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا اور پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا سلوک فرمایا؟ تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا اے بشر حافی! میں نے تجھے بخش دیا اور جو لوگ تیرے جنازے میں شریک ہوئے انہیں بھی بخش دیا۔ میں نے عرض کیا۔ الٰہی ہر اس شخص کو بھی بخش دے، جس کو مجھ سے محبت ہے۔ خدا نے فرمایا، **وبکل من احبك** اور قیامت تک کے ہر اس شخص کو میں نے بخش دیا جسے تم سے محبت ہے۔ (شرح الصدور، صفحہ ۱۲۰)

ایک سو بائیس کُتّے اور نو وہابی

علامہ اقبال مرحوم کے بعد شاعری میں جناب حفیظ جالندھری مرحوم نے خوب شہرت پائی بالخصوص شاہنامہ اسلام تو بہت مشہور ہوا۔ یہی جناب ابو الاثر حفیظ جالندھری مرحوم اپنی آپ بیتی بیان فرماتے ہیں کہ میری عمر بارہ سال تھی۔ میرالحن

داؤدی بتایا جاتا اور نعت خوانی کی محفلوں میں بلایا جاتا تھا۔ اس زمانے میں شعر وشاعری کے مرض نے بھی مجھے آلیا تھا۔ اس لئے اسکول سے بھاگنے اور گھر سے اکثر غیر حاضر رہنے کی عِلّت بھی پڑ چکی تھی۔ جس کو میری زندگی کی ذِلّت تصور کیا جانا گھرانے کے لئے لازمی تھا بہر آئینہ اب تک اس ذِلّت کی لذت موجود ہے۔ میں خود حیران ہوں۔ کیوں اور کیسے؟

میری منگنی لاہور میں میرے رشتے کی ایک خالہ کی دُختر سے ہو چکی تھی۔ میرے خالو نے جب میری آوارگی کی داستان سُنی تو سیر وتفریح کے بہانے محترم نے جالندھر سے مجھے ساتھ لیا اور محض سیر وتفریح کا سبز باغ دِکھلا کے شہر گجرات کے قریب قصبہ جلال پور جٹاں میں پہنچ گئے۔ اصل سبب مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ ہونے والے خُسر اور فی الحال خالو میرے متعلق اپنے دینی مرشد سے تصدیق کرنا چاہتے تھے کہ وہ بزرگ ان کی بیٹی کی شادی مجھ ایسے آوارہ سے کردینے کی اجازت دیتے ہیں یا نہیں۔ ان کے قول کے مطابق میں تو اُس وقت اپنے خالو کا چہیتا نعت خواں تھا مجھے پیش کیا گیا۔ یہ پُرانوار پیر ومرشد ایک کہنہ سال بزرگ تھے۔ اُن کے اِرد گرد مؤدّب بیٹھے ہوئے دوسرے شُرفاٗ سے پہلے ہی دن میں نے نعت سنا کر واہ واہ، سبحان اللہ کے تحسین آمیز کلمات سُنے بعد ازاں میرے کھانے پینے کے لئے بہتر سے بہتر جو کچھ دستر خوان پر ہوتا ایک خاص الخاص کارفرما میرے سامنے چُنتا۔ اِرد گرد کی سیر وتفریح کا انتظام تھا۔ اور ہر نمازِ عشاء کے بعد میلاد کی بزم اور نعت خوانی کا اہتمام۔ گرمی کا موسم تھا، پنکھا جھلنے والے موجود تھے۔ دو مہینے اسی جگہ گزرے۔ اس سال ساون سُوکھا تھا۔ بارش نہیں ہو رہی تھی لوگ بارش کے لئے میدانوں میں جا کر نمازِ استسقاء ادا کرتے تھے۔ بچے، بوڑھے، جوان مرد وزن دعا کرتے لیکن گھنگھور گھٹا تو کیا کوئی معمولی بدلی بھی نمودار نہ ہوتی تھی۔ یہ ہے پس منظر اس واقعہ کا جسے میں عجوبہ کہتا ہوں

۔ جسے بیان کردینے کے لئے نہ جانے کیوں مجبور ہو گیا ہوں۔ پہلے یہ جان لیجئے کہ وہ محترم بزرگ کون تھے؟ مجھے یقین ہے ان کا خاندان آج بھی جلال پور جٹاں میں موجود ہے۔ ان بزرگ کا نام نامی حضرت قاضی عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ تھا اسّی پچاسی برس کی عمر تھی دُور دُور سے لوگ ان سے دینی اور دُنیوی استفادہ کی غرض سے آتے تھے۔ یہ استفادہ دینی کم دنیوی زیادہ تھا۔ آنے والے اور دو تین دن بعد چلے جانے والے گویا ایک تسلسلِ امواج تھا۔ کثرت سوداگروں اور تجارت پیشہ لوگوں کی تھی۔

یہ پیر پرست لوگ پھلوں اور مٹھائیوں کے ٹوکرے بھر بھر کے لاتے۔ ادب سے عرض معروض کرتے اور دیکھتے کہ پھل قصبے کی مساجد میں تعلیم پانے والے بچّوں میں فوراً تقسیم ہو جاتے ہیں۔ یہ حضرات جب واپس جانے کی اجازت چاہتے تو ان کے لئے دُعا کرنے والے پیر و مُرشد یعنی حضرت قاضی صاحب جلال پور جٹاں کے بنے ہوئے دُھسے بطور ہدیہ دے کر رخصت فرماتے۔

چونکہ میری نعت خوانی کے سبب حضرت مجھے بسا اوقات اپنے مصلّے کے بہت قریب بٹھائے رکھتے تھے۔ ایک دن ان کے کسی خاص نیاز مند کے استفسار پر میں نے حضرت کا جواب سُنا کہ: ''بھئی! یہ لوگ تاجر ہیں، دور سے آتے ہیں۔ واپس جاتے ہیں تو دینی مفاد کو دُنیوی مفاد سے بھی تولتے ہیں حساب کرتے ہیں تو یہاں آنے جانے اور اپنی کمائی گنوانے کے مقابلے میں یہ دھسے ان کو زیادہ وزنی نظر آتے ہیں۔''

میری طرف دیکھ کر حضرت نے کہا: برخوردار تم رسول اللہ ﷺ کے اسم گرامی سے مجھے خوش کرتے ہو، تمہارے لئے میرے پاس بس دعائیں ہی ہیں۔ ان شاء اللہ تم دیکھو گے کہ آج تو تم دوسروں کی لکھی ہوئی نعتیں سناتے ہو، لیکن ایک دن تمہاری لکھی ہوئی نعتیں لوگ دوسروں کو سنایا کریں گے۔''

اُس وقت بھلا مجھے کیا معلوم تھا کہ سرکارِ دو جہاں کے یہ محبِّ صادق میری زندگی

کا مقصود بیان کر رہے ہیں ۔ بہر صورت یہ تو اُن کی کرامتوں میں سے ایک عام بات ہے جس عجوبے کے اظہار نے مجھ سے آج قلم اُٹھوایا وہ کرامتوں کی تاریخ میں شاید بے نظیر ہی نظر آئے۔

ایک دن حضرت قاضی صاحب کے پاس میں اوران کے بہت سے نیاز مند بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں میرے خالو بھی تھے۔ یہ ایک بڑا کمرہ تھا اور حضرت مصلّے پر بیٹھے تھے۔ السّلام علیکم کہتے ہوئے کندھوں پر رومال ڈالے سات آٹھ مولوی طرز کے معتبر آدمی کمرے میں داخل ہو کر قاضی صاحب سے مخاطب ہوئے۔ قاضی صاحب نے وعلیکم السلام اور بسم اللہ کہہ کر بیٹھ جانے کا ایما فرمایا۔ ہم سب ذرا پیچھے ہٹ گئے اور مولوی صاحبان تشریف فرما ہو گئے۔

ان میں سے ایک صاحب نے فرمایا کہ: حضرت! ہمیں ہزاروں مسلمانوں نے بھیجا ہے۔ یہ چار صاحبان گجرات سے اور یہ وزیر آباد سے آئے ہیں۔ میں، آپ جانتے ہیں ڈاکٹر ٹیلر کے ساتھ والی مسجد کا امام ہوں۔ عرض یہ کرنا ہے کہ آپ اس ٹھنڈے ٹھار گوشے میں آرام سے بیٹھے رہتے ہیں۔ باہر خلق خدا مر رہی ہے، نمازی اور بے نماز سب بارانِ رحمت کے لئے دعائیں کرتے کرتے ہار گئے ہیں۔ ہر جگہ نمازِ استقاء ادا کی جا رہی ہے۔ کیا آپ اور آپ کے ان مریدوں کے دل میں کوئی احساس نہیں ہے کہ یہ لوگ بھی اُٹھ کر نماز میں شرکت کریں اور آپ بھی اپنی پیری کی مسند پر سے اُٹھ کر باہر نہیں نکلتے، کہ لوگوں کی چیخ و پکار دیکھیں، اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تا کہ وہ پریشان حال انسانوں پر رحم کرے اور بارش برسائے۔

میرے قریب سے ایک شخص نے چپکے سے اپنے دوسرے ساتھی سے کہا: ”یہ وہابی ہے۔“

میں اُن دِنوں وہابی کا مفہوم نہیں سمجھتا تھا۔ صرف اتنا سنا تھا کہ یہ صوفیوں کو بُرا

سمجھتے ہیں اور نعت خوانی کے وقت رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں جب سلام پیش کیا جاتا ہے تو یہ لوگ تعظیم کے لئے کھڑے نہیں ہوتے بلکہ کھڑے ہونے والوں کو بدعتی کہتے ہیں۔

مسکراتے ہوئے قاضی صاحب نے پوچھا: ''حضرات! آپ فقیر سے کیا چاہتے ہیں۔'' تو ان میں سے ایک زیادہ مضبوط جثے کے مولوی صاحب نے کڑک کر فرمایا: ''اگر تعویذ گنڈا نہیں تو کچھ دُعا ہی کرو۔ سُنا ہے پیروں فقیروں کی دُعا جلد قبول ہوتی ہے۔''

یہ الفاظ مجھ نادان نوجوان کو بھی طنزیہ محسوس ہوئے تاہم قاضی صاحب پھر مسکرائے اور جواب جو آپ نے دیا وہ اس طنز کے مقابلے میں عجیب وغریب تھا۔

قاضی صاحب نے فرمایا: ''آپ کتوں سے کیوں نہیں کہتے کہ دُعا کریں''۔ یہ فرمانا تھا کہ مولوی غضب میں آ گئے اور مجھے بھی اُن کا غضب میں آنا قدرتی معلوم ہوا۔ چنانچہ وہ جلد جلد بڑبڑاتے ہوئے اُٹھے اور کوٹھڑی سے باہر نکل گئے۔

قاضی صاحب کے اِرد گرد بیٹھے ہوئے نیازمند لوگ ابھی گُم صُم ہی تھے کہ مولوی صاحبان میں سے جو بہت جیّد نظر آتے تھے، دوبارہ کمرے میں داخل ہوئے، اُن میں سے ایک نے کہا: ''حضرت! ہم تو کُتّے کی بولی نہیں بول سکتے۔ آپ ہی کُتوں سے دُعا کرنے کے لئے فرمائیے۔''

مجھے اچھی طرح یاد ہے اور آج تک میرے سینے پر قاضی صاحب کا یہ ارشاد نقش ہے۔ ''حضرت، پہلے ہی کیوں نہ کہہ دیا، کل صبح تشریف لائیے کُتوں کی دعا ملاحظہ فرمائیے!''

مولوی صاحبان طنزاً مسکراتے ہوئے چل دیئے اور میں نے اُن کے الفاظ اپنے کانوں سے سُنے کہ ''یہ صوفی لوگ اچھے خاصے مسخرے ہوتے ہیں۔''

جب مولوی صاحبان چلے گئے تو میرے خالو سے قاضی صاحب نے فرمایا کہ ''ذرا چھوٹے میاں کو بلایئے۔'' چھوٹے قاضی صاحب کا نام اَب میں بھولتا ہوں۔ مہمانوں کی آؤ بھگت اور قیام وطعام کا سارا انتظام انہی کے سپرد تھا۔ انواع واقسام کے کھانے اور دیگیں قاضی صاحب کی حویلی کی ڈیوڑھی اور صحن میں پکتی رہتی تھیں۔ ساتھ ہی ایک چھوٹی سی خوبصورت مسجد تھی۔ جس میں عشاء کی نماز کے بعد نعت خوانی ہوا کرتی تھی اور میں ذوق وشوق سے یہاں نعت خوانی کیا کرتا تھا۔

پیر صاحب یعنی بڑے قاضی صاحب کو میں نے اکثر دیکھا کہ مسجد میں جب نماز کے لئے صفیں بن جاتیں تو آپ خاموشی سے اپنی کوٹھڑی سے نکلتے اور نمازیوں کے جوتوں کے قریب کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے پھر اپنے کمرے میں جا بیٹھتے۔ ہاں میں اپنے بیان سے بھٹک گیا تھا، میرے خالو ان کے چھوٹے بھائی کو لائے تو قاضی صاحب نے ان سے کہا: ''میاں کل صبح دو تین سو کتے ہمارے مہمان ہوں گے آپ کو تکلیف تو ہوگی بہت سا حلوہ راتوں رات تیار کرا لیجئے۔ ڈھاک کے پتوں کے ڈیڑھ دو سو دَونے شام ہی کو منگوا کر رکھ لیجئے گا۔ ڈیوڑھی کے باہر ساری گلی میں صفائی بھی کی جائے۔ کل نمازِ فجر کے بعد ہم خود مہمانداری میں شامل ہوں گے۔''

چھوٹے قاضی صاحب نے سر جھکایا اگر چہ ان کے چہرے پر تحیّر کے آثار نمایاں تھے۔ میرے لئے تو یہ باتیں تھی ہی پُراسرار، لیکن میرے خالو مسجد میں بیٹھ کر قاضی صاحب کے دوسرے مستقل نیاز مندوں اور حاضر باشوں سے چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ کل صبح واقعی کچھ ہونے والا ہے۔

میں نے تین چار کڑاہے حویلی کے صحن میں لائے جاتے دیکھے، یہ بھی دیکھا کہ کِشمِش، بادام اور حلوے کے دوسرے لوازمات کے پُڑے کھل رہے ہیں۔ سُوجی کی سینیاں بھری رکھی ہیں گھی کے دو کنستر کھولے گئے۔ واقعی یہ تو حلوے کی تیاری کے

سامان ہیں۔ ناریل کی ٹریاں کاٹی جارہی ہیں اور سب آدمی تعجب کررہے ہیں کہ کتوں کی مہمانداری، وہ بھی حلوے سے؟

مُرید لوگ بھی کُھسر پُھسر کررہے تھے کہ ہم نے تو کبھی کتّوں کو حلوا کھاتے ہوئے آج تک نہیں دیکھا۔ قاضی صاحب کے بھتیجے چھوٹے قاضی صاحب کے فرزند جو بعد میں قاضی صاحب کے داماد ہوئے میرے ہم عمر تھے، نام محمد اکرام تھا۔ وہ اس روز شام کو مجھے اپنی زمینوں پر لے گئے۔ دریائے چناب تک قاضی صاحب کی زمینیں پھیلی ہوئی تھیں۔ جو بڑی زرخیز تھیں۔ بہت سے گھوڑے بھی ان کی ملکیت تھے۔ لیکن بڑے قاضی صاحب ہمیشہ یہی فرمایا کرتے تھے کہ یہ سب چیزیں اللہ کی ملکیت ہیں جو ہمیں اللہ کے بندوں کی خدمت کے لئے تفویض کی گئی ہیں۔

ہمارے ساتھ ایک درویش بھی تھا جسے ہماری حفاظت اور نگرانی بلکہ خدمت کے لئے بھیجا گیا تھا۔ ہم نے اس درویش سے پوچھا: ''کیا کل واقعی کتّوں کی مہمان داری ہوگی؟ اور کیا کتّے دُعا بھی کریں گے؟'' میں یہ پوچھتا ہوا ہنس بھی رہا تھا مگر درویش نے ہمیں ہنسنے سے منع کردیا۔ کہا: ''کیا کتّے خدا کی مخلوق نہیں ہیں۔ سب دعا کرتے ہیں خدا سب کی سنتا ہے۔'' قاضی صاحب کے بھتیجے نے کہا: چلو جی، کل ہم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔''

شام کے وقت ہم زمینوں سے سَیر کر کے واپس آگئے تو دیکھا کہ حلوے تیار ہورہے تھے۔

صبح ہوئی نمازِ فجر کے بعد میں نے دیکھا کہ قاضی صاحب قبلہ دو تین آدمیوں کو ساتھ لئے ہوئے اپنی ڈیوڑھی سے نکل کر گلی میں اِدھر اُدھر گھومنے لگے چند ایک مقامات پر مزید صفائی کے لئے فرمایا۔

میری ان گناہ گار آنکھوں نے یہ بھی دیکھا کہ اس گلی میں دونوں طرف یک منزلہ

مکانوں کی چھتوں پر حیرت زدہ لوگ کُتوں کی ضیافت کا کرشمہ دیکھنے کے لئے جمع ہونا شروع ہو گئے تھے۔ اور جلال پور جٹاں میں سے مختلف عمر کے لوگ اس گلی میں داخل ہو رہے تھے۔ وہ قاضی صاحب کو سلام کر کے گلی میں دیواروں کے ساتھ لگ کر کھڑے ہو جاتے اور جانے کیا بات تھی کہ یہ سب اونچی آواز سے باتیں نہیں کرتے تھے۔ کوٹھوں پر عورتیں اور بچے تھے۔

ہم دونوں قاضی صاحب کا بھتیجا محمد اکرام اور میں مسجد کی چھت پر چڑھ گئے اور یہاں سے گلی میں ہونے والا عجیب وغریب تماشا دیکھنے لگے۔

درویش طرز کے چند آدمی حلوے سے بھری ہوئی سینیاں لاتے جا رہے تھے۔ اور قاضی صاحب چمچے سے ان دَونوں کو پُر کرتے پھر دونوں ہاتھوں سے دَونا اٹھاتے اور تھوڑے تھوڑے فاصلے پر مین گلی کے درمیان رکھتے جاتے۔ جب پوری گلی میں حلوہ بھرے دَونے رکھے جا چکے تو اُنہوں نے بلند آواز سے دَونوں کو گِنا۔ مجھے یقین ہے کہ گلی میں دیواروں کی طرف پشت کئے کھڑے سینکڑوں لوگوں نے قاضی صاحب کا یہ فقرہ سُنا ہوگا: ''کل ایک سو بائیس (۱۲۲) ہیں۔''

یہ کام مکمل ہوا ہی تھا کہ زور زور سے کچھ ایسی آوازیں آنے لگیں جن کو میں انسانی ہجوم کی چیخیں سمجھا۔ مجھے اعتراف ہے کہ اُس وقت مجھے اپنے بدن میں کپکپی سی محسوس ہونے لگی، میں نے گلی میں ہر طرف دیکھا تو عورتیں بچے اور مرد گلی میں اور کوٹھوں سے چیخ رہے تھے۔

کیوں چیخ رہے تھے اس لئے کہ ایک کتا جس کو، جب سے میں یہاں وارد ہوا تھا، حویلی کے اِرد گرد چلتے پھرتے اور مہمانوں کا بچا کھچا پھینکا ہوا کھانا کھاتے اکثر دیکھا تھا، بہت سے کتوں کو اپنے ساتھ لئے ہوئے گلی کی مشرقی سَمت سے داخل ہوا۔ جو بے شمار کتے اس کے پیچھے پیچھے گلی میں آئے تھے ان میں سے ایک بھی بھونک نہیں

رہا تھا بھونکنا تو کیا اس قدر خلقت کو گلی میں کھڑے دیکھ کر کوئی کتا خوفزدہ نہ تھا۔ اور نہ کوئی غرّا رہا تھا۔ کتے دو دو تین تین آگے پیچھے بڑے اطمینان کے ساتھ گلی کے اندر داخل ہو رہے تھے۔

کتوں کی یہ پُراسرار کیفیت دیکھ کر ساری خلقت نہ صرف پریشان تھی بلکہ دہشت زدہ بھی، پھر ایسی دہشت آج تک مجھے بھی محسوس نہیں ہوئی۔

قاضی صاحب اگر اپنے ہونٹوں پر انگشتِ شہادت رکھ کر لوگوں کو خاموش رہنے کی تلقین نہ کرتے تو میں سمجھتا ہوں کہ گلی میں موجود سارا ہجوم ڈر کر بھاگ جاتا۔

اس گلی والا وہ کتا جس کا میں ذکر کر چکا ہوں قاضی صاحب کے قدموں میں آکر دُم ہلانے لگا۔ قاضی صاحب نے جو الفاظ فرمائے وہ بھی مجھے حرف بہ حرف یاد ہیں۔ فرمایا: ''بھئی کالو! تم تو ہمارے قریب ہی رہتے ہو، دیکھو، انسانوں پر اللہ تعالیٰ رحمت کی بارش نہیں برسا رہا، اللہ کی اور مخلوق بھی ہم انسانوں کے گناہوں کے سبب ہلاک ہو رہی ہے۔ اپنے ساتھیوں سے کہو، سب مل بیٹھ کر یہ حلوہ کھائیں پھر اللہ سے دعا کریں کہ رحمۃ اللعالمین ﷺ کے صدقے بادلوں کو اجازت دے تاکہ وہ پیاسی زمین پر برس جائیں۔''

یہ فرما کر حضرت قاضی صاحب اپنی ڈیوڑھی کے دروازے میں کھڑے ہو گئے اور میں نے کیا سبھی نے ایک عجوبہ دیکھا۔

خدارا یقین کیجئے کہ ہر ایک حلوہ بھرے دَونے کے گرد تین تین کُتے جھک گئے اور بڑے اطمینان سے حلوہ کھانا شروع کر دیا۔ ایک بھی کتا کسی دوسرے دَونے یا کتے پر نہیں جھپٹا، اور نہ کوئی چیخا چلایا اور جس وقت یہ سب کُتے حلوہ کھا رہے تھے ایک اور عجیب وغریب منظر دیکھنے میں آیا کہ وہ کُتا جو اس گلی کا پرانا باسی اور ان تمام کتوں کو

یہاں لایا تھا خود نہیں کھا رہا تھا بلکہ گلی میں مسلسل ایک سرے سے دوسرے سرے تک گھومتا رہا، جیسے وہ ضیافت کھانے والے کتوں کی نگرانی کر رہا ہو یا میزبانی۔

میں نے اسکول میں اپنے ڈرل ماسٹر صاحب کو طالب علموں کو اِسی طرح نگرانی کرتے وقت گھومتے دیکھا تھا۔ کالُو کا اندازِ معائنہ بڑا پُر شکوہ تھا جس پر مجھے اپنا ڈرل ماسٹر یاد آ گیا۔ کیونکہ ہم میں سے کوئی لڑکا ماسٹر صاحب کے سامنے ہلتا تک نہیں تھا۔

تھوڑی دیر میں سب کُتّے حلوہ کھا کر فارغ ہو گئے بے شمار لوگوں کے ہجوم میں سے صرف حضرت قاضی صاحب کی آواز ایک مرتبہ پھر سنائی دی۔ وہ فرما رہے تھے: ''لو بھئی کالُو! ان سے کہو کہ اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں تاکہ خدا جلد ہی انسانوں پر رحم کرے۔''

یہ سنتے ہی میں نے غیر ارادی طور پر ایک طرف دیکھا تو کل والے مولوی صاحبان ایک سمت کھڑے اس قدر حیرت زدہ نظر آئے جیسے یہ لوگ زندہ نہیں یا سکتے کے عالم میں ہیں۔

اب صبح کے نو دس بجے کا وقت تھا، ہر طرف دھوپ پھیل چکی تھی، تپش میں تیزی آتی جا رہی تھی۔ جب قاضی صاحب نے ''کالُو'' کو اشارہ کیا۔ حیرت انگیز محشر بپا ہوا۔ تمام کتوں نے اپنا اپنا مُنہ آسمان کی طرف اُٹھا لیا اور ایک ایسی متحد آواز میں غرّانا شروع کیا جو میں کبھی کبھی راتوں کو سُنتا تھا۔ جسے سُن کر میری دادی کہا کرتی تھیں: ''کُتّا رو رہا ہے خدا خیر کرے۔''

آسمان کی طرف تھوڑی دیر مُنہ کئے لمبی غراہٹوں کے بعد یہ کتّے جو مشرقی سمت سے اس کوچے میں داخل ہوئے تھے۔ اب مغرب کی طرف چلتے گئے۔

میں اور قاضی اکرام ہی نہیں جلالپور جٹاں کے سبھی مرد و زن کتّوں کو گلی سے رخصت ہوتے دیکھ رہے تھے۔ اور خالی دَونے آسمان کی طرف منہ کھولے گلی میں

بدستور پڑے تھے۔(یہ دستِ دُعا تھے)

جُوں ہی کُتّے گلی سے نکلے قاضی صاحب کے ہاتھ بھی دُعا کے لئے اُٹھ گئے اوران کی سفید براق داڑھی پر چند موتی سے چمکنے لگے یقیناً یہ آنسو تھے۔

پَس منظر بیان ہو چکا اب منظر ملاحظہ فرمایئے: کیا آپ یقین کریں گے کہ میں جو آج ستّر برس اور گیارہ مہینے کا بوڑھا بیمار ہوں خدا عزوجل اور رسول اللہ ﷺ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بادل گرجا اور مغرب سے اس تیزی کے ساتھ گھٹا اُمڈی کہ گلی ابھی پوری طرح خالی بھی نہ ہوئی تھی، مرد، عورتیں، بچّے بالے ابھی کوٹھوں سے پوری طرح اُترنے بھی نہ پائے تھے کہ بارش ہونے لگی۔ ہم بھی مسجد کی چھت سے نیچے اُترے۔ پہلے مسجد میں گئے اور پھر حلوہ کھانے کا شوق لئے ہوئے حویلی کی ڈیوڑھی میں چلے گئے۔ دیکھا کہ وہی معتبر مولوی صاحبان چٹائیوں پر بیٹھے ہیں اور حضرت قاضی صاحب حلوے کی طشتریاں ان لوگوں کے سامنے رکھتے جارہے ہیں۔ وہ حلوہ کھاتے بھی جارہے ہیں اور آپس میں ہنس کر باتیں بھی کررہے ہیں۔ ایک کی زبان سے میں نے یہ بھی سُنا کہ حضرت یہ نظر بندی کا معاملہ نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ جادو......نعوذ باللہ۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ قاضی صاحب قبلہ ان کی اس بات پر دیر تک مسکرائے اور ان بن بلائے مہمانوں کے لئے مزید حلوہ طلب فرماتے رہے۔ باہر بارش ہورہی تھی اور اندر مولوی صاحبان خوشی سے حلوہ اڑارہے تھے۔ قاضی صاحب کے جو الفاظ آج تک میرے سینے پر منقوش ہیں میں یہاں ثبت کئے دیتا ہوں اور میرا ایمان ہے کہ یہی مقصود تھا۔

قاضی صاحب نے کہا تھا: ''کُتّے مل جل کر کبھی نہیں کھاتے لیکن یہ آج بھلائی کے لئے جمع ہوئے تھے۔ اللہ کے بندوں کے لئے دُعا کرنے کے لئے وہ اتنے متحد رہے کہ ایک نے بھی کسی دوسرے پر چھینا جھپٹی نہیں کی۔ ان کا ایک ہی امام تھا۔ اس

نے کھایا بھی کچھ نہیں۔ اب وہ آئے گا تو میں اس کے لئے حلوہ حاضر کروں گا۔"

ایک مولوی صاحب نے کہا: "حضرت ہمیں تو یہ جادوگری نظر آتی ہے۔"

قاضی صاحب بولے: "مولوی صاحب! ہم تو آپ ہی کے فتوؤں پر زندگی گزارتے ہیں۔ خواہ اسے جادو فرمائیں یا نظر بندی آپ نے یہ تو ضرور دیکھ لیا ہے کہ کُتّے بھی کسی نیک مقصد کے لئے جمع ہوں تو آپس میں لڑتے جھگڑتے نہیں۔" یہ سُن کر مولوی صاحبان جھینپتے نظر آئے۔

مجھے یاد ہے کہ مولوی صاحبان کو بھیگتے ہوئے ہی اس ڈیوڑھی سے نکل کر جاتے ہوئے میں نے دیکھا تھا۔ بخدا یہ عجوبہ اگر میں خود نہ دیکھتا تو کسی دوسرے کے بیان کرنے پر کبھی یقین نہ کرتا۔ یاد رہے کہ میں وہی حفیظ جالندھری ہوں جس کے بارے میں حضرت قاضی صاحب نے جلال پور جٹاں میں ساٹھ سال پہلے فرمایا تھا کہ حفیظ تیری لکھی ہوئی نعتیں دوسرے سنایا کریں گے۔

الحمدُ لِلّٰہ، نعتِ رسول ﷺ یعنی "شاہنامہ اسلام" ساری دنیا کے اُردو جاننے والے مسلمان خود پڑھتے اور دوسروں کو بھی سُناتے ہیں۔ (اقتباس از نشرانے)

تبصرہ اویسی غفرلہٗ

(۱) پرانے لوگ اپنے ہر امور اپنے مرشدانِ کرام کی اجازت اور دعاء سے کراتے تھے۔
(۲) محافل میلاد و مجالس نعت خوانی بزرگوں کا طریقہ قدیم سے ہے۔
(۳) دنیاداروں کی پیری مریدی دنیوی کاموں پر ہوتی ہے ایسا نہیں ہونا چاہیئے پیری مریدی محض خوشنودیٔ حق اور نجات آخرت کے لئے ہو ضمناً دنیوی امور بھی سرانجام ہوتے رہیں گے۔ (۴) اللہ والوں پر مستقبل کے حالات منکشف ہوتے رہتے ہیں جیسے حفیظ جالندھری کے لئے بزرگ نے فرمایا وہی ہوا۔ (۵) وہابی بھی اولیاء کرام کے پاس بوقت ضرورت مشکل حل کرانے آتے ہیں۔ (۶) وہابیوں کو کتوں کی دعاء کی

قبولیت کا اقرار ہے لیکن اولیاء اللہ کا نہیں۔ (۷) کتوں کی دعا کا منظر خوب رہا اللہ والے ان کے حالات سے بھی باخبر ہیں۔ (۸) کتے اللہ والوں کے آداب سے واقف ہیں جیسا کہ واقعہ سے واضح ہے۔ (۹) اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق پیاری ہے کہ ان کی خدمت کی جائے تو وہ بہت خوش ہوتا ہے۔ (۱۰) وہابی اللہ والوں کے کمالات دیکھ کر بھی نہیں مانتے۔ (۱۱) وہابی اللہ والوں کا لنگر کھاتے بھی ہیں اور غراتے بھی۔

ہیں منکر عجب کھانے غرانے والے

انگریز کا باوفا کتّا

امریکہ میں ایک شخص جان مِل کو جب دل کا دورہ پڑا تو اس نے اپنے ڈاکٹر دوست کا نام لے کر مدد کے لئے پکارا۔ نام سن کر اس کا پالتو کتا اس ڈاکٹر کے کلینک پر جا پہنچا اور اس کے دروازے پر بھونکنا شروع کر دیا۔ اور اس وقت تک بھونکتا رہا جب تک ڈاکٹر باہر نہ آیا۔ ڈاکٹر کا بیان ہے کہ وہ اپنے دوست کے کتے کو پہچانتا تھا۔ اس لئے جب اُس نے مجھے چلنے کو کہا تو میں اس کے ساتھ چل پڑا دوست کے گھر آ کر دیکھا وہ سخت نازک حالت میں تھا۔ جان کا کہنا ہے کہ اگر وہ کتے کے کہنے پر بروقت نہ پہنچتا تو اس کا دوست سخت خطرہ کی حالت میں ہلاک ہو جاتا یوں کتے کی ہوشیاری پر اس کے مالک کی جان بچ گئی۔

مالک کی جان بچائی

ایک شخص دریا میں گر گیا اور تیراک تو تھا نہیں اسی لئے دریا میں غوطہ کھا رہا تھا۔ قریب تھا کہ ڈوب جاتا۔ لیکن کتے نے فوراً دریا میں چھلانگ لگائی مالک کے کوٹ کو اپنے دانتوں سے دبا کر اسے دریا سے باہر نکال لایا۔

وفادار کتا

یہ سچی کہانی ایک چھوٹی نسل کے وفادار کتے کی ہے اس کا نام بوبی تھا اس کا مالک ایک کسان تھا جس کا نام گیری تھا وہ کام کے سلسلے میں گاؤں سے شہر جاتا اور بوبی اس کے ہمراہ ہوتا کام سے فارغ ہو کر ایک بجے شہر ایڈنبرا کے ہوٹل میں کھانا کھاتے۔ بوبی کھانے میں ایک بند کھاتا تھا بوبی جب چند برس کا ہوا تو اس کا مالک گیری ایک حادثے میں ہلاک ہو گیا اسے گاؤں کے گرجے میں دفن کر دیا گیا بوبی بہت اداس تھا کیونکہ اس کا مالک جو مر گیا تھا۔ کچھ دیر بعد بوبی اسی ہوٹل میں گیا جہاں وہ اور اس کا مالک جایا کرتے تھے ہوٹل کے مالک نے اسے آتا دیکھ کر دروازہ کھول دیا بوبی نے اس کی طرف دیکھا ہوٹل کے مالک کو یوں لگا جیسے بوبی اس سے اپنا بند مانگ رہا ہو۔ مالک نے ایک بند اس کی طرف پھینک دیا بوبی وہ بند منہ میں دبائے اپنے مالک کی قبر کی طرف چل پڑا جب وہ قبر کے پاس پہنچا تو اس نے وہ بند کھا لیا بوبی ہر روز ہوٹل کے مالک کے پاس آتا اور بند لے کر چلا جاتا۔ وہ سارا دن ساری رات اپنے مالک کی قبر کے پاس بیٹھا رہا۔ ایک روز وہ اسی حالت میں بیٹھا ہوا تھا ایک سپاہی اسے پکڑ کر لے گیا۔ تھانے کے بڑے افسر نے اسے بتایا کہ گیری کا کتا ہے۔ پھر افسر نے اس سپاہی کو ایک پٹہ دیا جس پر بوبی کے نام کے ساتھ لکھا تھا۔ بڑے افسر کی طرف سے بوبی کے لئے ۱۸۶۷ء میں وہ سپاہی بوبی کو اپنے ساتھ گھر لے گیا۔ بوبی پانچ سال تک اس کے پاس رہا۔ پانچ سال بعد بوبی بیمار ہو کر مر گیا۔ اس وفا کے پتلے کی قبر گرجے کے قریب پھولوں کی کیاری میں بنائی گئی۔

فائدہ: یہ واقعہ انگریزوں کا ہے اسی لئے انہوں نے اپنی رسم کے مطابق کیا۔ مسلمانوں کو ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ فقیر کے دور میں ایک صاحب نے ایک بھہروپئے پیر کے کتے کی قبر بنا کر اس پر پھول ڈالنے شروع کر دیئے تھے۔ فقیر کے احتجاج پر وہ

قبر گرادی گئی وہ بھہر و پیہ چیلوں سمیت مخالف ہو گئے ان میں فقیر کے مدرسہ کے بہت بڑے سرمایہ دار شامل تھے انہوں نے فقیر کے مدرسہ کی سرپرستی چھوڑ دی۔ فقیر نے بھی اس کی پروانہ کی اور کہہ دیا: **لعل اللّٰہ یحدث بعد ذلك امرا۔** الحمدللہ اس کی سرپرستی کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایسا سبب بنایا کہ دیکھنے والے حیران رہ گئے۔ بعد کو وہ صاحب نادم ہوئے اور بھہر وپئے پیر کو چھوڑ دیا اور سلامتی ایمان سے دنیا سے رخصت ہوئے۔ **الحمد للہ علیٰ ذلك** اللہ تعالیٰ انہیں غریقِ رحمت فرمائے۔ آمین

شیخ کے کتّے کے ادب کی برکت

حضرت شاہ سلیمان تونسوی قدس سرہ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ کے ایک مرید نے بادشاہ کی نوکری اختیار کی۔ بادشاہ نے اسے کتا عطا فرمایا جو اس کے شیخ کا تھا اس نے کتّے کو آزاد کر کے شیخ کے شہر پہنچا دیا۔ بادشاہ کو غصہ آیا اور حکم دیا کہ اس شخص کو چار میخوں سے زمین میں گاڑھ دیا جائے۔ اب جو بھی اس شخص کو مارنے کے لئے ہاتھ اٹھاتا تو اس کا ہاتھ سوکھ جاتا بالآخر خود بادشاہ مارنے آیا تو اس کا بھی ہاتھ سوکھ گیا۔ بادشاہ تائب ہو کر اس کا مرید ہو گیا۔ شاہ سلیمان قدس سرہ نے فرمایا کہ جس شخص نےشیخ کے کوچے کے کتّے کا ادب کیا اسے تمام مراتبِ ولایت نصیب ہوئے۔

(شاہ سلیمان تونسوی صفحہ ۲۶۹)

فائدہ: یہ واقعہ ایک دیوبندی وہابی نے لکھا ہے جو ہمیں سنگ دل وہابی، نبی علیہ السلام کی نسبت پر مجرم گردانتے ہیں۔

انتباہ: واقعہ سے معلوم ہوا کہ ادب ایسا عمل ہے جس کی بدولت دُنیا و آخرت کی تکالیف سے نجات نصیب ہوتی ہے۔

شیخ کے کتّے کا اعزاز

حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی اویسی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آپ کے

پیرومرشد خواجہ حافظ عبدالخالق اویسی قدس سرہ کی طرف سے چند افراد ملنے آئے آپ نے خادم سے فرمایا کہ خبردار ان حضرات کی خدمت گزاری میں کسی قسم کی کمی نہ کرنا یہ لوگ خوددار اور تندخو ہوتے ہیں وہ مہمان بھی حجت باز تھے ان کی آپس میں گڑبڑ ہوئی تو آپ نے اپنے خادم سے فرمایا۔ معلوم ہوا کہ یہ میرے شیخ کے مہمان ہیں میرا تو اعتقاد ہے کہ پیر کے کتے کو بھی بلند قدر سمجھنا چاہئے۔(مصباح نورانی)

فائدہ: یہی سچی عقیدت ہے، حضور محکم الدین سیرانی قدس سرہ اپنے شیخ کے سچے شیدائی تھے ان کے بہترین واقعات کی تفصیل فقیر کی کتاب ''ذکر سیرانی'' میں پڑھیئے۔

وفادار کتا

ایک شخص فوت ہوا تو اس کا کتا عمر بھر قبر پر بیٹھا رہا۔ اکثر لوگوں نے اس کو وہاں سے پُھسلا کر لے آنے کی کوشش کی مگر بے فائدہ۔ اس نے اُن کی کوششیں رد کر دیں۔ اور یہی معلوم ہوتا تھا کہ اس کو اپنے آقا کی قبر کے سوائے اور کسی سے کچھ غرض نہیں ہے۔

ایک میم صاحبہ کے دل پر اس باوفا الفت کا ایسا اثر ہوا کہ وہ ہر روز اس کو خوراک پہنچایا کرتیں اور جاڑے میں دریاں اور کمبل اس کے واسطے بھیجا کرتیں۔ یہی کتا اپنے غم کا پکا کئی سال تک اس مقبرے پر رہا جاڑے اور گرمی کی رات اور دن اپنی آنکھیں اس کے آرام گاہ پر لگائے رکھتا تھا جس کو نہ تو فرقت اور نہ مرورِ زمان اس کے دل بر سے محو کر سکتے تھے۔ اس کتے کا نام فیڈل تھا۔ وہ ایسا تھا کہ نہ بچوں کا چلانا اور نہ کھیلنا اور نہ کوئی اور شور اس کا دھیان اپنی طرف کھینچ سکتا تھا یا اس کو بہلا سکتا تھا۔ برف کے بڑے بڑے گالے بھی گرے، ہوا بھی نہایت تیز چلی تند باد نے بھی سناٹے بھرے (لیکن) اس نے ان کا کچھ خیال نہ کیا اور اس جگہ پڑا رہا۔ ایک روز اس کی مربی (میم صاحبہ) بسبب بیماری کے کتے کی معمولی غور و پرداخت کرنے نہ آسکی (اس لئے) کچھ آفت زدہ فقیر اس کی خوراک اٹھا لے گئے۔ فیڈل کچھ نہ بولا نہ غرایا بلکہ آرام سے

سو گیا۔ دوسرے روز ویسی ہی چوری پھر ہوئی فیڈل آخر حفظ نفس کے واسطے عقل حیوانی کے تقاضے سے اُٹھا لیکن بسبب کمال ضعف کے فوراً گر پڑا آنکھیں بند کر لیں اور دم دے دیا۔

سمجھدار کتا

بہت سے قصص عجیبہ میں سے جن میں کتے کی دانائی کا بیان ہے قصہ مفصلہ ذیل بیان واقعی ہے۔ کسی صحرائی بستی کے قریب سڑک پر ایک بڑا سا کتا کلول کر رہا تھا گاڑی اُس کے ایک پنجہ پر چڑھ گئی اس نے نہایت دردانگیز چیخ ماری نعل بند جو قریب ہی دوکان پر کام کر رہے تھے دیکھنے کو باہر نکل آئے کہ کیا ماجرا ہے۔ ایک نے دیکھا کہ بیچارے جانور کے بہت چوٹ آئی ہے اس کو اُٹھا لیا اور اس کی مرہم پٹی کی اور پھر چھوڑ دیا۔

کتا گھر گیا اور وہاں چند روز رہا۔ آخر کار جب اس کا پنجہ درد کرنے لگا (تو وہ) نعل بند کی دوکان پر پھر آیا اور پنجہ اُٹھا کر کراہنے لگا یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ اس میں مجھے تکلیف ہے۔ نعل بند نے پھر اس کی مرہم پٹی کر دی اور کتا اس کا ہاتھ چاٹنے کے بعد جو کہ ایک علامت احسان مندی کی تھی گھر گیا اور تھوڑے روز میں اچھا ہو گیا۔ چند ماہ بعد یہی کتا ایک روز کسی اور کتے کے ساتھ اس مقام کے قریب کھیل رہا تھا کہ دوسرے کتے پر ویسی ہی واردات واقع ہوئی اس پر وہ (پہلا کتا) اُس کا کان پکڑ کر بڑی مشکل سے اُسی نعل بند کی دوکان پر لے گیا جہاں خود اُس کا ایسا اچھا معالجہ ہوا تھا۔ کاریگر اس حیوان کی تیز فہمی سے نہایت خوش ہوئے اور انہوں نے اس نئے مریض پر بھی ویسی ہی توجہ کی جیسی پہلے پر کی تھی۔

ایک کینہ ور ٹرار کتا

ٹرار قسم کے چھوٹے کتے سے ہر شخص واقف ہے۔ قدرت نے اُس کو اس قابل

بنایا ہے کہ چوہوں اور حشرات الارض کے تعاقب میں زمین کو کھود کر اندر گھس جاتا ہے ۔ انگلستانی ٹرار کی جلد صاف اور چمکدار ہوتی ہے ۔ مگر اسکاٹ لینڈ یا سکا کا ٹرار اس بات میں مشہور ہوتا ہے کہ اُس کی جلد پر گہن دار بال ہوتے ہیں اور مزاج میں روکھا پن اور بے پروائی پائی جاتی ہے ۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ اُس شخص کی طرح جو اپنی طاقت سے حقیقت میں واقف کار غریب اور بے آزار ہوتا ہے ۔ یہ جانور دور اندیش بھی ہوتا ہے جیسا کہ قصہ ذیل سے جو کہ ایک بڑے مستند شخص مسٹر بنگلے صاحب کی زبانی لکھا جاتا ہے صاف ظاہر ہے ۔

ضلع تنفرڈ شائر میں شہر وٹمور کے ایک شریف آدمی کی عادت تھی کہ ہر سال لندن میں دو بار جایا کرتا اور چونکہ ورزش کا شائق تھا اس لئے اکثر یہاں مسافت گھوڑے کی سواری میں طے کیا کرتا تھا ۔ اُس کا دستور تھا کہ اپنے ساتھ ایک چھوٹے سے وفادار ٹرار کو بھی لیجایا کرتا تھا ۔ لیکن اس اندیشہ سے کہ کہیں لندن میں کتا کھو نہ جائے وہ ہمیشہ اُسے سینٹ ابلنز کی سرائے والی بی بی لینگ فورڈ کے پاس چھوڑ جایا کرتا اور واپس آ کر یہ دیکھتا کہ میرے چھوٹے سے رفیق کی خوب خبر گیری ہوئی ۔

ایک دفعہ حسبِ دستور اُس صاحب نے اپنا کتا مانگا ۔ بے بے لینگ فورڈ اداس صورت بنا کر اُس کے سامنے آئی اور کہنے لگی : صاحب افسوس آپ کا ٹرار جاتا رہا ، ہمارے شہر کے بڑے کتے اور آپ کے کتے میں جھڑپ ہوگئی اور قبل اس کے کہ ہم اُن کو جدا کر سکیں بیچارہ ٹرار کو ایسا کاٹا کہ میں یہی سمجھی کہ وہ کبھی اچھا نہیں ہوگا ۔ لیکن صحن میں سے گھسٹ کر نکل گیا اور ایک ہفتہ کے قریب اُس کو کسی نے نہ دیکھا ۔ اس کے بعد ٹرار ایک کتے کو جو ہمارے کتے سے بہت بڑا تھا ساتھ لے کر واپس آیا ۔ وہ دونوں ہمارے کتے پر پل گئے اور بڑی بے رحمی سے اُس کو کاٹا ۔ پھر تمہارا کتا ، اور اس کا ساتھی غائب ہو گئے اور اس وقت سے نہ کبھی نظر پڑے نہ اُن کی کچھ خبر آئی ۔ ”

لیکن دیکھئے جب یہی شخص وٹمور میں پہنچا تو اُس نے ٹرار کو وہاں پایا اور یہی سنا گیا کہ یہاں آیا تھا اور جو ایذا اس کو پہنچی تھی صریح اس کا انتقام لینے کو بڑے کتے کو ساتھ لے گیا تھا۔

فائدہ: یہ انگریزوں کے کتّے کی کہانی ہے۔

دانا کتّا

فرانس کی ایک خانقاہ میں بیس مسکینوں کو روزمرہ ایک خاص ساعت پر کھانا تقسیم ہوتا تھا۔ خانقاہ کا ایک کتا ٹکڑوں کے واسطہ جو کہ اُس کو گاہ بہ گاہ ڈال دیئے جاتے تھے کھانے کے وقت ہمیشہ آموجود ہوتا تھا۔ لیکن مسکین بھوکے ہوتے تھے اور بے شک بہت کشادہ دل نہ تھے۔ بس اُن کے زلہ خوار کو اُس ضیافت میں سے جس میں وہ بدل شریک ہونا چاہتا تھا سوا بو باس کے اور کچھ نہ ملتا تھا۔

جب ایک گھنٹہ بجتا تھا تو ایک شخص حصے چُن دیتا تھا اور ایک کل کے ذریعہ سے جس کو عبادت خانوں میں ٹور بولتے ہیں وہ حصّے تقسیم کردیئے جاتے تھے۔ یہ کل آدھے برتن جیسی شکل کا ایک اکہ ہوتا ہے جہاں اُس کو پھرایا اور وہ سامنے آگیا اور جو شخص دوسری طرف سے اُسے پھراتا ہے وہ نظر نہیں آتا۔

ایک دن یہی کتا جس کو صرف تھوڑے سے ٹکڑے ہاتھ لگے تھے جب تک سب مسکین نہ جاچکے ٹھیرا رہا۔ پھر اس نے رسی کو اپنے منہ میں لیا اور گھنٹہ بجادیا۔ یہی چال چل گئی، دوسرے دن پھر ایسا ہی کیا اور اس طرح کامیاب ہوا۔ آخر کار باورچی نے یہی دیکھ کر کہ بیس حصّوں کی جگہیں اکیس حصے دیئے گئے چور کے پکڑنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ وہ اُس کے تاک میں لگا رہا اور آخر کار اُس کا شُبہ کُتے پر گیا اور جب اس نے یہی دیکھا کہ تمام محتاجوں کے جانے تک کتا بڑے صبر کے ساتھ پڑا رہا اور پھر (اُٹھ کر) رسی کھینچنے کو نکلا تو یہی شبہ سچا نکلا۔

یہی قصہ راہبوں سے کہا گیا اور کتے کو اُس کی زیرکی کے صلہ میں ہر روز گھنٹہ بجانے کی اجازت ہوگئی اور اُس وقت سے کھانے کے لئے اُس کو بلاناغہ ٹکڑے ملتے رہے۔

ایک بے بہا کُتا

تھوڑے دن گذرے کہ ایک اشراف ایک آگبوٹ میں تیو اورلنیز سے واپس آتا تھا اور صرف چند مسافر اس کے ساتھ تھے۔ منجملہ عورتوں کے وہ خاص کر ایک عورت پر مہربان تھا یہی عورت ایک دولت مند زمیندار کی بیوی تھی اپنے اکلوتے بچہ سمیت اپنے باپ کے گھر واپس جاتی تھی۔ اور اس بچہ پر اُس کی جان نثاری رقت انگیز تھی۔

جب نہر لوئیس ول سے گذرنے لگی تو وہ آگبوٹ چند لحظہ کے لئے گھاٹ پر ٹھہر گیا۔ دایہ شہر کی سیر کے ارادہ کنارہ پر جاتی تھی کہ اچانک بچہ اُس کی گود سے پُر خطر دھار میں جو آبشار کی جانب بہتی تھی جاپڑا اور فوراً غائب ہوگیا۔ (اس سے) جو گھبراہٹ پیدا ہوئی اس نے ایک اشراف کی توجہ کو جو کشتی کے اگلے حصّہ پر بیٹھا چپکا چپکا پڑا رہتا (اپنی طرف) کھینچا۔ جلدی سے اُٹھ کر اُس نے بچہ کی پہنی ہوئی کوئی چیز مانگی، دایہ نے ایک چھوٹا سا رال پونچھنے کا چیتھڑا پکڑا دیا کہ بچے کے گرتے وقت اُس کے بچانے کی سعی میں الگ ہو کر اس کے ہاتھ میں رہ گیا تھا۔ اشراف نے نیوفاؤنڈلینڈ کے ایک عمدہ کتّے کی طرف مخاطب ہو کر جو کہ شوق سے اس کا چہرہ تک رہا تھا پہلے اُس کو وہ چیتھڑا دکھایا اور پھر وہ مقام بتایا جہاں بچہ ڈوبا تھا۔

عالی ہمت کتا ایک دم پانی میں کود پڑا اور غائب ہوگیا۔ اُس وقت اضطراب بدرجہ غایت تھا اور کنارہ پر بعض لوگوں نے یہی خیال کر کے کہ کتا اور بچہ دونوں گئے ایک کشتی بہم پہنچائی اور لاش کی تلاش میں چلے۔

اس وقت دور فاصلہ پر کتا کچھ چیز منہ میں لئے ہوئے دکھائی دیا۔ وہ مردانگی کے

ساتھ موجوں سے زور آزمائی کر رہا تھا لیکن صاف ظاہر ہو گیا تھا کہ اُس کی طاقت کم ہوتی جارہی تھی اور جب کشتی اس کے قریب پہنچی اور معلوم ہوا کہ وہ اب تک زندہ ہے تو کئی شخصوں کی سینہ سے تسکین کی آہ نکلی (یعنی جو رنج اُن کو تھاوہ دور ہو گیا) کتا اور بچہ دونوں کو کشتی پر لے آئے۔ بچہ کی نوجوان ماں اس بات کے اطمینان کے لئے کہ بچہ حقیقت میں زندہ ہے ایک نظر اُس پر ڈال کر آگے بڑی اور کُتے کے برابر جھک کر اُس کی گردن میں اپنے ہاتھ ڈال دیئے اور رونے لگی۔ ایسے لوگ بہت کم تھے جن کو یہ دیکھ کر رقت نہ آئی ہو۔ اور اُسے پیار کرتے کرتے اور اُس کے سر کو جس پر گھن دار بال تھے چومتے چومتے اُس نے اُس کے مالک کی طرف دیکھا اور کہا ''اے صاحب یہ کُتا تو میں ضرور لوں گی جو کچھ میرے پاس ہے سب لے لو لیکن میرے بچہ کو بچانے والے کو مجھے دے دو''۔ اشراف مسکرایا اور اپنے کُتے کے سر پر ہاتھ پھیر کر بولا میم صاحب میں بہت خوش ہوں کہ اس سے تمہاری خدمت بن آئی لیکن دنیا میں کوئی ایسی شے نہیں جو مجھ کو اس سے جدا ہونے پر آمادہ کر سکے۔

کُتے نے اس طرح دیکھا کہ جو باتیں وہ کر رہے تھے گویا وہ بالکل سمجھ گیا اور پھر یری لے کر اپنے مالک کے قدموں میں لوٹ گیا اور یہ بات کہ ہم کسی طرح جدا نہ ہوں گے اُس کی بڑی بڑی آنکھوں کے تیور سے ایسی صاف ادا ہوئی کہ بولنے سے بھی نہ ہو سکتی۔

سیانا کُتا

ایک دفعہ میں لوہی اٹ ڈِبل میں بگھی پر سوار چلا جاتا تھا کہ ایک بھیڑوں کا ریوڑ آ گیا جس نے تمام سڑک روک لی ایک گڈریا معہ اپنے کُتے کے اُن کے ہمراہ تھا۔

ایسا معلوم ہوا کہ گڈریے کے اوسان یکا یک جاتے رہے اور بے گناہ بھیڑوں کو جو کہ میرے آگے جانے کی سدِراہ ہو گئی تھیں دور رب کرنے لگا اس سے وہ گھبرا کر

منتشر ہونے لگیں۔

کُتے نے اُس ابتری کو جو اُس کا مالک برپا کر رہا تھا دیکھ کر مجھ سے آنکھیں ملائیں اور فوراً یہ معلوم ہوا کہ وہ بات سمجھ گیا۔ بجائے اس کے کہ (بھیڑوں کی طرف) جو اُس کی تحویل میں تھیں سیدھا جھپٹے اور اُن کو ایک مقام میں اس طرح اکٹھا کرے کہ نکل نہ سکیں۔ وہ (بھیڑوں کے) گلہ کے برابر سے آہستہ آہستہ گزر گیا اور سڑک کو جو کہ اس قدر چوڑی تھی کہ میں اُس پر سے بہ آسانی گزر گیا تھا صاف کرتا چلا گیا۔

کتوں کی الفت اپنے مالکوں کے ساتھ

کُتے کا اپنے مالک کے ساتھ محبت کرنا اور اُس کا ذہین ہونا بعض مشہور جرائم کے افشا کا باعث ہوا ہے۔

پلوٹارک ایک یونانی مورخ کہتا ہے کہ خانہ جنگی کے ایام میں روما کے کسی غلام کی لاش کو بخوف اُس کُتے کے جو اُس کا نگہبان تھا اور اُس کی محافظت کے لئے لڑتا تھا کوئی ٹھہر نہ سکتا تھا۔

اتفاقاً شاہ پرس کا اُس رستہ سے گزر ہوا دیکھا کہ کتا لاش کی حفاظت کر رہا ہے اور جب سنا کہ اس نے تین دن سے نہ کھایا ہے نہ پیا ہے تو بادشاہ نے حکم دیا کہ لاش دفن کی جائے اور کُتا محفوظ ہمارے پاس لایا جائے۔

چندروز بعد فوج قواعد کے لئے جمع ہوئی۔ پس ہر ایک سپاہی کو نمبر دار بادشاہ کے آگے سے گزرنا پڑا۔ کُتا تھوڑی سی دیر تو بادشاہ کے برابر چپکا پڑا رہا لیکن جب اُس نے اپنے آقائے مرحوم کے قاتلوں کو گزرتے دیکھا تو وہ اُس پر نہایت تیزی سے بھونکتا ہوا جھپٹا اور اُن کے کپڑے پھاڑنے لگا۔ اس سے بادشاہ کے دل میں شبہ پیدا ہوا۔ وہ آدمی گرفتار ہوئے اُنھوں نے اپنے جرم کا اقرار کیا اور اس واسطہ ان کو سزا دی گئی۔

قاتل اور اُس کا بے زبان مدعی کُتا

ایک قدیم مورخ الفت اور انتقام کی ایک عجیب صورت بیان کرتا ہے جو کہ چارلس پنجم کے عہد میں ملک فرانس کے اندر ظہور میں آئے۔ مَکَیر نام ایک اشراف بادشاہ کے باڈی گارڈ کا افسر ایک اَوْر اشراف آبرِی نام سے جو کہ اسی پلٹن میں بھرتی تھا سخت عداوت رکھتا تھا۔ پیرِس کے قریب جوان دونوں کو ایک بن میں ملنے کا اتفاق ہوا تو میکیئر نے اپنے ہم منصب بھائی کو دغا سے قتل کرڈالا اور ایک خندق میں دفن کردیا۔

اُس وقت آبرے کے ساتھ ایک تازی کُتا تھا جس کو ساتھ لے کر وہ غالباً شکار کے لئے نکلا تھا۔ نہیں معلوم کہ (کاٹنے کے خوف سے) کتے کا منہ باندھ دیا تھا یا کوئی اور سبب تھا جو وہ کچھ نہیں بولا اور اس واردات کو ہونے دیا۔ غرض کچھ ہی سبب ہو شکاری کتا اپنے مالک کے مدفن پر پڑ گیا اور جب تک کہ بھوک نے اُسے زبردستی نہ اُٹھایا وہیں پڑا رہا۔

پھر وہ آبری کے ایک نہایت عزیز دوست کے باورچی خانہ میں گیا وہاں دل سے اُس کی آؤ بھگت ہوئی اور اُس کو کھانا دیا گیا۔ جب اُس کا پیٹ بھر گیا وہ چلتا ہوا۔ چند روز تک یہی آمدورفت جاری رہی یہاں تک کہ (اُس کے آنے جانے کا سبب دریافت کرنے کا) خیال پیدا ہوا۔ یہی ارادہ کیا کہ کُتے کے پیچھے جائے اور دیکھے کہ آبری کے یکا یک غائب ہوجانے کا کوئی سبب معلوم ہوسکتا ہے۔ یا نہیں۔

چنانچہ کُتے کے پیچھے گئے اور دیکھا کہ وہ کسی تازی کھودی ہوئی مٹی پر جاکر ٹھیر گیا اور وہاں نہایت رقت انگیز نالہ وزاری سے رونے لگا۔ جب اُس مقام پر زمین کو کھودا تو اُنھوں نے آبری کی لاش پائی۔ اُسے اُٹھا کر پولیس مین لے گئے۔ اور وہاں تھوڑے عرصہ بعد شہر کے ایک قبرستان میں اُس کو دفن کردیا۔

اُس وقت سے کتا اپنے مالک کے دوست سے مانوس رہا۔ اُس کے ہمراہ رہا۔ کئی دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ اس نے منکیر کو دیکھا اور ہر دفعہ اُس پر جھپٹا اور اُس کا گلا گھونٹ ہی ڈالتا اگر زبردستی چھڑایا نہ جاتا۔ جانور کی طرف سے ایسی شدید عداوت کے سبب یہ شک پیدا ہوتا ہے کہ آبری کے قتل میں منکیر کی کچھ شرکت ہے۔

چارلس پنجم نے ان باتوں سے مطلع ہو کر اس کے صداقت کی نسبت اپنا اطمینان کرنا چاہا۔ اُس نے کتے اور منکیر کو اپنے سامنے بلایا اور دیکھا کہ وہ جانور پھر اپنے دشمن پر جھپٹا۔ بادشاہ نے منکیر سے سوالات پوچھے لیکن اُس نے آبری کے قتل میں کسی طرح سے شریک ہونے کا اقرار نہ کیا۔

چونکہ بادشاہ کے دل پر یہ بات خوب نقش ہوگئی تھی کہ کتے کی یہ حرکت منکیر کے کسی فعل مجرمانہ پر مبنی ہے اس واسطہ حکم دیا کہ اس افسر اور اس کے بے زبان مدعی میں ایک کشتی ہو۔ یہ مشہور لڑائی تمام دربار کے روبرو ہوئی۔ بادشاہ نے منکیر کو اجازت دی کہ ایک مضبوط ڈنڈا ہاتھ میں لے لے اور دوسرے کے واسطہ یہ پناہ تجویز ہوئی کہ جب وہ سخت تنگ آجائے تو ایک خالی پائپ میں گھس جائے۔

مبارز (میدان میں) آئے۔ کُتا اپنی حالت اور کام سے بخوبی آگاہ معلوم ہوتا تھا تھوڑی دیر تک تو وہ چالاکی سے منکیر کے گرد اُچھلتا کودتا رہا اور پھر ایک جست میں اُس کا گلا ایسے مضبوط طور پر جا دبوچا کہ وہ چھڑا نہ سکا۔ اگر وہ دہائی نہ دیتا اور جرم کا اقرار نہ ہوتا تو گلا گھٹ کر مر جاتا۔ وہ صرف اس غرض سے کتے کے تیز دانتوں سے چھڑایا گیا کہ قانون کے ہاتھوں ہلاک کیا جائے۔

بڈھا گرم نامی کُتا

اضلاع قطبیہ میں جو کتے برف پر گاڑیاں کھینچتے ہیں وہ بڑے سیانے اور اپنے مالکوں کے ساتھ وفادار ہوتے ہیں۔ واقع میں ان کی زندگی انہیں پر منحصر ہے۔ ایک

مشہور سیاح سے جوکہ اپنے جہاز میں برف پر جاڑا کاٹ رہا تھا اس قبیل کے ایک کتے کی نسبت یہ بیان ہے۔

ہماری چھوٹی سے جماعت میں پریشانی گذر رہی ہے۔ بڈھا گرم غائب ہے اور ایک دن سے زیادہ گزر گیا ہے کہ غائب ہے۔ جب سے نیوفاءنڈلینڈ کی نسل کا میرا بڑا کتا سر برس مرا ہے یہی ہمارے مختصر سے تازی خانہ کا بڑا بوڑھا تھا۔

بڈھا گرم ایک ایسا شخص تھا کہ شاید ویسا اعلیٰ درجہ کی مخلوق میں پایا جائے۔ پکا مکار اور زمانہ ساز وہ اپنی خوشامدی دم اس طرح ہلاتا تھا کہ ہر متنفس کو اپنے اوپر مہربان تو کر لیتا مگر کسی سے اعزاز حاصل نہ کرتا۔ تمام بچے ہوئے لقمے یعنی مسکوٹ گھر کے بچے کچھ نعمتیں بڈھی گرم کے جبڑوں میں سے گزرتی تھیں۔ جو شے اُس کو دی جاتی وہ اُس سے کبھی انکار نہ کرتا یا جس چیز تک اُس کی رسائی ہوسکتی اس سے کبھی باز نہ رہتا گو لوٹ اور بخشش کی کیسی ہی افراط ہوتی وہ سیر کبھی نہ ہوتا۔

گرم بہت بڈھا کتا تھا۔ اُس کے دانت خبر دیتے تھے کہ یہ بہت جاڑے دیکھ چکا ہے۔ اس کے اعضاء جو کہ کسی زمانہ میں بڑی گاڑی کھینچنے والے تھے اب ان پر مَسے اور چکر قسم کے اُبھار ہو جاتے ہیں۔ جب کبھی سفر کے واسطے کتوں پر ساز ڈالا جاتا تو بڈھا گرم ضرور ہی غائب ہو جاتا تھا اور ایک دفعہ جو وہ ایک اُترے ہوئے پیپے میں چھپا ہوا پکڑا گیا تو یکا یک لنگڑا کر چلنے لگا۔ تعجب ہے کہ اس کے بعد سوا اس وقت کے جب کتے اُسے چھوڑ کر گاڑیاں کھینچنے لے جاتے وہ ہمیشہ لنگڑا تا رہا۔

گرم کو سردی ناموافق تھی لیکن ہمارے صحن جہاز میں جو کمرہ تھا اُس کے دروازہ پر برابر صبر کے ساتھ تکتے رہنے اور وقت پر دم ہلا دینے سے آخر کو وہ اندر آنے کا مستحق ہولیا۔ کئی ہفتہ تک میرے سبل کی کھال کی کرتی اُس کا من بھاتا بستر رہی۔

کسی متنفن سے وہ اپنی دُم ہلا کر کیسی ہی محبت ظاہر کرتا (لیکن) جب جاڑے کی

سردی اور تاریکی شروع ہو جاتی تو وہ برف پر اُس کے ساتھ کبھی تو جاتا ہی نہیں۔

نوٹ: یہ انگریزوں کے کتوں کے واقعات محض کتوں کے کوائف ذکر کئے گئے ہیں صرف کتے کی عادات کا اظہار مطلوب ہے اور بس اس سے نتیجہ نکالنا قاری کے اپنے خیال وتصور پر ہے جس طرح چاہے۔

غیرت مند کتا

روح البیان میں ہے حارث بن صمعمہ کے چند دوست تھے وہ ان سے کبھی جدائی گوارا نہیں کرتا تھا ان کی محبت میں جان دینے کو تیار ہو جاتا تھا۔ ایک دفعہ انہیں کہیں سیر وتفریح کے لئے لے گیا اس کا ایک دوست رات کو چوری چھپے اس کے گھر پہنچ کر اس کی عورت کے ہاں پہنچ گیا اس کی عورت نے اسے کھلایا پلایا پھر دونوں ایک بستر پر لیٹ گئے۔ حارث کے گھر ایک کتا تھا اس نے غیرت سے دونوں پر حملہ کر کے دونوں کو مار ڈالا جب حارث واپس گھر لوٹا تو دونوں کو مرا ہوا دیکھ کر یہ شعر پڑھا۔

وما زال یرعی ذمتی ویحوطنی
ویحفظ عرسی والخلیل یخون
فیاعجبا للخلیل تحلیل حُرمتی
ویاعجبا الکلب کیف یصون

ترجمہ: میرا کتا میری نگرانی کرتا ہے اور ہر وقت مجھے گھیرے رہتا اور میری زوجہ کی بھی حفاظت کرتا لیکن افسوس کہ میرا دوست میری خیانت کرتا رہا ایسے بدبخت دوست کا افسوس کہ جس نے میری عزت پر حملہ کیا اور کتے کو شاباش کہ وہ میری عزت کا محافظ ہوا۔

مالک سے ہمدردی

عجائب المخلوقات میں ہے کہ اصفہان میں کسی نے کسی کو قتل کر کے کنوئیں میں ڈال کر اسے مٹی سے پُر کر دیا۔ مقتول کا ایک کُتا تھا وہ اس کیفیت کو دیکھتا رہا پھر روزانہ

اسی کنوئیں پر آکر مٹی کو ہٹاتا اور لوگوں کو اندر والے کی طرف اشارہ کرتا اور جوں ہی قاتل کو دیکھتا تو اس پر حملہ آور ہو جاتا۔ لوگوں نے جب اس کی بار بار یہی حرکت دیکھی تو لوگوں نے کنوئیں کو کھودا اس سے مقتول ملا۔ کُتے کے اشارہ پر اسی قاتل کو گرفتار کیا گیا اس سے پوچھا تو اس نے قتل کا اعتراف کیا اسے بدلہ کے طور قتل کیا گیا۔ ایسے بدبختوں کے بارے میں مولانا جامی قدس سرہٗ نے فرمایا۔

در لباسی دوستی سازگار رند دشمنی
حسب الامکان واجبت از کید ایشاں اجتناب
شکل ایشاں شکل انساں فعل ایشاں فعل سباع
ہم ذیاب فی ثیاب او ثیاب فی ذیاب

ترجمہ: دوستی کے رنگ میں دشمنی کرتے ہیں حتی الامکان ایسے لوگوں سے دور رہنا ضروری ہے ان کی ظاہری شکل تو انسانوں کی ہوتی ہے لیکن وہ درحقیقت بھیڑیئے ہوتے ہیں سچ ہے کہ ایسے لوگ بھیڑیئے ہیں کپڑوں میں چھپے ہوئے یا کپڑے ہیں بھیڑیوں میں۔ (روح البیان)

شیخین رضی اللہ عنہما کا محبّ کُتّا

ایک شخص مسجد نبوی شریف میں نماز پڑھنے آرہا تھا تو کتے نے اسے کاٹا۔ اس نے حضور سرور کائنات ﷺ سے شکایت کی۔ آپ نے کُتے کو بلوا کر پوچھا کہ تو نے اسے کیوں کاٹا ہے۔ عرض کی یہ شیخین (سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما) سے بغض رکھتا ہے۔ (جامع المعجزات ملخصاً)

فائدہ: شیخین رضی اللہ عنہم اس طرح ہر صحابی اور اہلبیت کے ہر فرد سے بغض رکھنے والا اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ بلکہ جملہ مخلوق کا مبغوض ہے۔ حضور نبی پاک ﷺ نے ایک شخص کی نماز جنازہ اس لئے نہیں پڑھائی کہ وہ حضرت عثمان رضی

اللہ عنہ سے بغض رکھتا تھا۔

یہ دنیوی سزا ہے آخرت میں جو انہیں عذاب ہوگا وہ سخت سے سخت تر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحابہ کرام واہلبیت عظام کی محبت کی توفیق بخشے۔ (آمین)

بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

نسبت سے پیار

اہلسنّت کا شعار ہے کہ نسبت سے انہیں بڑا پیار ہے اسی لئے وہ نبی پاک ﷺ کی ہر نسبت پر جان سے نثار ہیں یہاں تک کہ مدینہ پاک اور وہاں کے کتوں سے بھی بلکہ بعض خوش قسمت تو خود سگانِ مدینہ کہلانے کو فخر سمجھتے ہیں۔ اس نسبت کے پیار پر منکرین کمالات مصطفےٰ ﷺ کو انکار ہے فقیر نے ان کے رد میں دو رسالے لکھے ہیں ''نسبت بسگت'' اور ''سگِ مدینہ کہلانا کیسا''۔

یہاں چند نمونے عرض کرتا ہوں کہ اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ کیسے فخریہ طور مدینہ پاک کے کتوں سے نیازمندی کا اظہا کرتے تھے۔

عشاق اور سگانِ طیبہ

وہ عاشقانِ زار جنہوں نے سگانِ طیبہ سے اظہارِ محبت وعقیدت فرمایا۔

(۱) پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مدینہ منورہ کے ادب اور بالخصوص سگانِ طیبہ اور عشقِ مصطفےٰ ﷺ کے بے پناہ جذبہ کا صحیح واقعہ احرار کے مولوی عطا اللہ بخاری نے بروایت چشم دید مولوی داؤد غزنوی وہابی غیر مقلد اکثر مرتبہ جلسہ عام میں سنایا اور کہا کہ ''عشق مصطفےٰ نبی کریم ﷺ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھو''۔ مولوی داؤد غزنوی نے اپنا چشم دید واقعہ حضرت بخاری صاحب کو سنایا

کہ مدینہ باب السلام کی طرف کُتّے سرنگوں پڑے ہوئے تھے کسی نے ایک کتے کی ٹانگ پر لاٹھی دے ماری اور کتا چیختا چلاتا لنگڑاتا ہوا جارہا تھا کہ اچانک پیر صاحب آنکلے۔ اور آپ نے بے ساختہ فوراً کُتّے کو پکڑ کر اپنی گود میں بٹھایا اور اس شخص سے ناراضگی میں فرمایا او ظالم یہ نہ دیکھا کہ یہ سگانِ مدینہ میں سے ہے۔ آپ نے اپنے عمامہ میں سے ایک ٹکڑا اس چوٹ پر باندھا اور بازار سے مٹھائی منگوائی اور اسے اپنے ہاتھ سے کھلائی۔" (رضائے مصطفےٰ، گوجرانولہ) (حالات جماعت علی شاہ محدث علی پوری) مزید ملاحظہ ہو۔

آدابِ مدینہ

آپ کی زندگی کا نصب العین عشقِ مصطفےٰ ﷺ رہا۔ آپ مدینہ شریف کے شجر حجر چرند پرند اور خاک وغبار کی بھی عزت کرتے تھے۔ آپ مدینہ منورہ کی مہندی پاؤں پر لگانے سے منع کرتے۔ آپ نے تمام عمر مدینہ منورہ کا دانہ پانی کھایا۔ آپ نے تقریباً ۶۲ مرتبہ حج بیت اللہ شریف وزیارت مدینہ منورد کا شرف حاصل کیا۔ مدینہ شریف سے واپسی پر اجناس گندم، چاول، دالیں، چینی وغیرہ اشیاء لے کر آتے اور مدینہ منورہ کی صراحی میں پانی بھر لاتے اور چیزیں ان میں ملاتے رہتے ختم نہ ہونے دیتے۔ اس طرح تمام زندگی مدینہ منورہ ہی کا کھایا پیا۔ مدینہ منورہ کی خاکِ پاک کی محبت وعشق کا غلبہ اس قدر تھا کہ آپ نے مدینہ منورہ سے پھل دار پودے انار لیموں وغیرہ گملوں میں اپنے ہمراہ لاکر اپنے شہر علی پور شریف کے باغ میں لگائے اور اب یہ پھل دار پودے بڑے درخت بن چکے ہیں۔ علی پور شریف کی سرزمین کو مدینہ منورہ کے آب وگل کے خمیر کا شرف حاصل ہو چکا ہے۔

اس طرح کے بے شمار واقعات حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے واقعات میں ہیں۔ تفصیل ان کی سوانح عمری میں پڑھیے۔

(۲) شیخ سعدی قدس سرہ

بارگاہِ رسالت التحیۃ والثناء میں عرض کرتے ہیں ۔

چہ کند سعدیٔ مسکین کہ صد جان

سازیم فدائے سگِ دربان محمد

ترجمہ: سعدی (رحمۃ اللہ علیہ) کی ایک جان کیا ہے سو جانیں ہوں تو حضور ﷺ کے دربان کے کتے پر وار دوں۔

شرح: ناظرین غور فرمائیں شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ صرف ایک جان پر راضی نہیں بلکہ دوصد (۲۰۰) یعنی اَن گنت جانیں قربان کرنے کو تیار ہیں اور وہ رسول اللہ ﷺ کے کُتے پر نہیں بلکہ آپ کے دربار عالی کے دربان کے کتے پر۔ اتنا بہت بڑی دور کی نسبت اور بہت بڑی قربانی۔ یہ سب کچھ محبت وعشق ہے۔

(۳) خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ خواجگان خواجہ غلام فرید قدس سرہ نے فرمایا۔

ہے تیڈے دردے کتیاں نل ادب

ترجمہ: اے شاہ عرب وعجم ﷺ آپ کے دروازہ پاک کے کتوں کا بھی ہمیں ادب ہے۔

(۴) عارف جامی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت نورالدین علامہ عبدالرحمٰن عارف جامی قدس سرہ درسی کتاب شرح جامی کے علاوہ بیسیوں کتابوں کے مصنف ہیں فرماتے ہیں:

(۱) سگ تو دوش بجامی فغاں کناں می گفت

خموش باش کہ از نالۂ ات بدرد سریم

ترجمہ اے محبوب مدینہ ﷺ گذشتہ شب جامی آپ کے حضور میں آہ وفغاں کر رہا تھا کہ آپ کے درِ اقدس کا کتا کہتا تھا کہ خاموش ہو جا اس لئے کہ تیرے شور وفغاں اور آہ و نالہ سے میرے سر میں درد ہوتا ہے۔

شرح شعر کی نزاکت دیکھئے کہ عاشق کہتا ہے جب میں اپنی درد بھری فریاد اپنے محبوب کریم ﷺ کے حضور پیش کرتا ہوں تو آپ کے دروازے کے کتے ایسے نازک مزاج ہیں کہ وہ میری آہ کو سن کر مجھ سے فرماتے ہیں اے جامی خاموش رہ کہ تیری آہ وفریاد سے ہمارے آرام میں خلل واقع ہوتا ہے۔

(۲) من کیستم دے دوستی زنم
کمیں سگانِ کوئے تو یک کمترین منم

ترجمہ: میں کون ہوں جو آپ سے دوستی کا دم بھروں، آپ کے دروازہ کے کتوں میں سے ایک ادنیٰ سگ ہوں۔

(۳) اور فرمایا

سگت را کاش جامی نام بودے
گاہے گاہے برزبانت نام رفتہ بودے

ترجمہ: کاش آپ کے کسی کتے کا نام جامی ہوتا۔ کبھی تو آپ کی زبانِ اقدس پر میرا نام آجاتا۔

(۴) حضرت شاہ سلیمان تونسوی قدس سرہ

مولانا محمد برخوردار ملتانی محشی نبراس شرح شرح عقائد نے اپنی تصنیف ''غوث اعظم'' میں لکھا کہ: ایک دفعہ حضرت شہباز طریقت جلال نکاتِ حقیقت موردِ عنایت ربانی مداح غوث صمدانی حضرت خواجہ خواجگان محمد سلیمان تونسوی روح اللہ روحہ (افاض علینا فتوحہ) کے حضور میں کسی مرید نے یہ مصرعہ پڑھا

بر شیراں شرف دارد سگ درگاہ جیلانی

حضرت تونسوی رحمۃ اللہ علیہ ذوق شوق سے فرمانے لگے کہ میاں تم ایسا پڑھتے ہو لیکن ہم تو یہ اعتقاد رکھتے اور یوں پڑھا کرتے ہیں ؎

بر پیراں شرف دارد سگ درگاہ جیلانی

(۵) حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ

سیدنا شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ کے قلمی دستخط جو انہوں نے حاشیہ عضدی کے آخری صفحہ پر تحریر فرمائے وہ یہ ہے العبد العاطی کلب القادر یہ عبدالحق بن سیف الدین الدہلوی البخاری مختصر کیفیت دستخط بر حاشیہ بر عضدی۔ اس کی فوٹو کاپی فقیر کو مولانا تاج محمد صاحب نے پشاور سے بھجوائی تھی وہ فقیر کے ہاں محفوظ ہے۔

(۶) حضرت مولانا قدسی رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ آگے بڑھ کر کہا چنانچہ اپنے قصیدہ میں لکھا ؎

نسبت بسگت کردم و بس منتعلم

زانکہ نسبت بسگ کوئے تو شد بے ادبی

ترجمہ: میں نے اپنے آپ کو آپ کے کتوں سے منسوب کیا ہے یہ میری غلطی ہے کیونکہ آپ کے کتوں کی بے ادبی ہے کہ میرے جیسے ان سے منسوب ہوں۔

شرح: اس میں بہت زیادہ نزاکت ہے بایں معنی کہ سرکار کریم ﷺ اتنا ذی قدر ہیں کہ ہمارے جیسوں کا آپ کے سگانِ درگاہ سے منسوب ہونا ان کے سگانِ درگاہ کی بے ادبی اور گستاخی ہے۔

(۷) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ

آپ نے کہا جو اسلاف صالحین رحمہم اللہ نے کہا آپ اپنی تصانیف کے آخر میں لکھتے ہیں۔

احد کلابِ الباب النبوی احمد رضا الخ ۔ احمد رضا بابِ نبوی کا ایک کتا اور حدائق بخشش میں درجنوں مقامات پر سگ مدینہ کے لئے فرمایا ؎

پارۂ دل بھی نہ نکلا دل سے تحفے میں رضاؔ
ان سگانِ کُو سے اتنی جان پیاری واہ واہ

شرح : اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی عقیدت ملاحظہ ہو کہ محبوبِ خدا ﷺ کے سگانِ کُو کے لئے اپنی جان کا تحفہ ونذرانہ پیش کرنے کو تیار ہیں۔ بلکہ یہ نذرانہ پیش نہ کر سکتے تو اس پر حسرت کا اظہار فرمایا ؎

رضاؔ کسی سگِ طیبہ کے پاؤں بھی چومے
تم اور آہ کہ اتنا دماغ لے کے چلے

اور فرمایا ؎

خوف ہے سمع خراشیٔ سگِ طیبہ کا
ورنہ کیا یاد نہیں نالۂ وافغاں ہم کو

اور فرمایا ؎

سگِ کوئے نبی ویک ہے
من وتا حشر جان نثار ریہا

کوئے نبی ﷺ کی ایک نگاہ چاہیے میں تا حشر اس پر جان چھڑکتا ہوں۔

اور فرمایا ؎

تجھ سے دردر سے سگ اور سگ سے ہے مجھ کو نسبت
میری گردن میں بھی ہے دُور کا ڈورا تیرا
اس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے
حشر تک میرے گلے میں رہے پٹہ تیرا

بلکہ سیدنا حسان رضی اللہ عنہ کے حضور میں یوں اظہار عقیدت فرمایا ۔

کرمِ نعت کے نزدیک تو کچھ دور نہیں

کہ رضائے عجمی ہو سگِ حسانِ عرب

انتباہ: ان نسبتوں کا علم اسے ہے جس میں عشق مصطفیٰ ﷺ ہے۔ جو دل اس عشق سے محروم ہے وہ اس کی قدر کیا جانے۔ عشق مصطفیٰ ﷺ تو ایک قیمتی جوہر ہے جو کسی خوش نصیب کو نصیب ہوتا ہے۔ اب مجازی عشق کا حال دیکھئے۔

مواہب لدنیہ شریف میں ہے ۔

رای المجنون فی البیداء کلبا

فجو الیه الاحسان دملا

فلاموه علی ما کان منه

وقالوالم منحت الکلب نیلا

قال دعواالملام فان عینی

راته مرة فی می لیلا

ترجمہ: جنگل میں مجنوں نے کتا دیکھا تو اس کی خاطر مدارات کی لوگوں نے ملامت کی کہ کتے سے اتنا بڑا سلوک کیوں۔ فرمایا: یار و ملامت نہ کرو میں نے اسے لیلیٰ کی گلی میں دیکھا تھا۔

فائدہ: غور فرمائیے کہ مجازی عشق نے ایک معمولی سی نسبت کہ صرف ایک دفعہ گلی میں دیکھا تو اب وہ بھی پیارا ہے اگر یہ عشق صحیح ہو تو رنگ لاتا ہے۔

خاتمہ

بے ادبی اور گستاخی کی نحوست اور دارین میں ذلت

کُتا رذیل ترین جانور سہی لیکن ادب سے وہ مرتبہ پایا کہ بڑے سے بڑے زاہد کو

بھی اتنا امید نہیں جیسے کتے کے بارے میں قرآن مجید میں تصریح کی گئی ہے کل قیامت میں دیکھنا کہ بے شمار حاجی مولوی، بڑے دین کے ٹھیکیدار اور زاہد عبادت گزار جہنم رسید ہوں گے اور بعض باادب جانور بالخصوص کتے اصحاب کہف کو بلعم باعوراء کے انسانی ڈھانچہ سے سنوار کر جنت میں لیجایا جائے گا۔ (روح البیان)

دوسری طرف یہ بھی یقین ہو کہ بے ادب کتنا ہی رفیع القدر ہو وہ ملعون اور جہنم کا ایندھن مثلاً شیطان ''ابلیس'' نے لاکھوں سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ایک قول کے مطابق شیطان نے چھ لاکھ سال عبادت کی اور وہ صرف ایک بے ادبی کی وجہ سے چھ لاکھ سالہ عبادت ضائع کر بیٹھا اور وہ بے ادبی تھی خلیفۃ اللہ یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم نہ کرنا۔ یا ابلیس کا وہ مقام تھا کہ ملائکہ جھولا جھلاتے یا یہ وقت آگیا کہ ہر وقت لعنت اور پھٹکار اور وہ بھی نہ صرف دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی۔ شیطان ابلیس سے یہ سزا خاص نہیں بلکہ اب بھی جو بھی بے ادبی کرے گا اس کا حال بھی وہی ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تنبیہ کی ہے:

ولا تجهر واله بالقول كجهر بعضكم لبعض ان تحبط اعمالكم وانتم لاتشعرون۔

ترجمہ: خبردار کہیں میرے حبیب ﷺ کی آواز سے آواز اونچی کر کے ﴿بے ادبی﴾ نہ کر بیٹھنا ورنہ تمہاری ساری نیکیاں ملیامیٹ کر دی جائیں گی۔

بے ادبی اور گستاخی کے چند واقعات ملاحظہ ہوں:

(۱) دمشق میں ایک عالم فاضل محدث جو کہ حدیث پاک پڑھایا کرتا تھا اس کی خدمت میں ایک طالب علم حدیث پاک پڑھنے کے لئے حاضر ہوا تو دیکھا کہ وہ استاد ہر وقت چہرہ کے سامنے پردہ رکھتا ہے کبھی اپنا چہرہ نہ دکھایا۔ جب کچھ عرصہ گذرا تو اس طالب علم کو تعجب ہوا کہ یہ استاد ﴿محدث﴾ ہر وقت چہرہ پر نقاب کیوں رکھتا ہے۔ زیارت

کے لئے اصرار کیا تو محدث نے نقاب الٹ دیا۔ طالب علم نے دیکھا: **فرای وجهه وجه حمار** ۔اس استاد کا چہرہ گدھے جیسا ہے۔ سبب پوچھنے پر استاد نے بتایا کہ جب میں نے یہ حدیث پڑھی۔

اما یخشی الذی یرفع راسه قبل الامام ان یحول الله داسه داس حمار ۔یعنی وہ شخص جو امام سے پہلے ﴿رکوع سے﴾ سر اٹھا لے وہ اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کا چہرہ گدھے جیسا کر دے۔ میں نے یہ حدیث پاک پڑھ کر کہا کب ایسا ہوتا ہے۔ میں کر کے دیکھتا ہوں اور جب میں نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو قصداً رکوع سے امام سے پہلے سر اٹھا لیا اس دن سے میرا چہرہ گدھے کا سا ہو گیا ہے ﴿اس لئے چھپائے رکھتا ہوں﴾۔ (حواشی مشکوٰۃ)

انتباہ: یہ عملی گستاخی کا حال ہے نا معلوم اعتقادی گستاخی کے عذاب و وبال کا کیا حال ہوگا۔ ہمارے دور میں اعتقادی گستاخ بہت زیادہ ہیں بالخصوص نبی پاک ﷺ کے بے ادبوں کی تو بہتات ہے۔ غور فرمائیے جب معمولی پر گرفت ہے تو نبی پاک ﷺ کی عظمت کے سامنے کسی امام کسی ولی غوث کسی استاد کسی محدث کی وقعت ہی کیا ہے جیسے کہ مذکورہ بالا محدث کا چہرہ گدھے کا سا ہو گیا۔ اے میرے بھائی بے ادبی سے بچ اور ہمیشہ باادب رہ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بے ادبی سے بچائے۔ (آمین)

(۲) سیدنا ابو ہریرہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص وزغہ ﴿گرگٹ﴾ کو ایک چوٹ میں مارے اس کے لئے سو نیکی لکھی جاتی ہے اور دوسری چوٹ میں مارنے والے کو اس سے کم اور تیسری چوٹ میں مارنے والے کو اس سے کم ﴿مسلم شریف﴾ اور جب پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ گرگٹ کو یہ سزا کس وجہ سے ملی تو فرمایا: **کان ینفخ علیٰ ابراهیم** ۔ (بخاری و مسلم و مشکوٰۃ)

یعنی جب نمرودیوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کے لئے

آگ جلائی تو یہ گرگٹ آگ بھڑکانے کے لئے پھونکیں مارتا تھا اس بے ادبی کی وجہ سے اس کو یہ سزا ملی کہ جو اسے ایک چوٹ میں مارے سو نیکی حاصل کرے۔

سچ فرمایا مولانا عارف رومی قدس سرہ نے۔

بے ادب نہ تنہا داشت بد

بلکہ آتش بر آفاق زد

قابل غور بات ہے کہ ایک غیر مکلف کو اتنی سی بے ادبی پر یہ سزا ملی کہ اس کی ساری نسل ہی اس وبال کی زد میں آگئی تو جو مکلّف (جن وانسان) بے ادبی کرے۔ اس کی کیا سزا ہوگی۔

گستاخانِ اولیاء پر نحوست

چند نمونے اولیاء کے گستاخوں کے بھی ملاحظہ ہوں:

(۱) خواجہ خواجگان سیدنا خواجہ بایزید بسطامی قدس سرہ لیٹے ہوئے تھے کہ ایک منچلہ آیا اس نے حضرت خواجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں مبارک پر رکھا اور آگے گذر گیا۔ کسی خادم نے کہا ارے یہ تو نے کیا کیا وہ بولا کیا ہوا۔ خادم نے فرمایا یہ حضرت خواجہ بسطامی ہیں۔ اس نے کہا خواجہ بسطامی ہیں تو پھر کیا ہوا۔ ازاں بعد اس بے ادبی کرنے والے کا آخری وقت آیا تو اس کا وہ پاؤں سیاہ ہو گیا اور اس حالت میں مر گیا اور پھر اسی پر بس نہیں بلکہ اس کی اولاد میں سے جس کسی کا آخری وقت آتا اس کا پاؤں سیاہ ہو جاتا۔

رونق المجالس

فائدہ: اس طرح جس بد بخت نے غزوہ احد میں نبی پاک ﷺ کے دانت مبارک زخمی کئے وہ خود بھی پھدا ہو گیا اور اس کی نسل سے جتنا پیدا ہوتے پھدے ہوتے۔

(۲) مولوی ابوبکر (غزنوی) نے لکھا کہ میرے دادا مولانا عبدالجبار غزنوی نے امرتسر میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا ایک طالب علم اہلحدیث (غیر مقلد وہابی) اس مدرسہ میں پڑھتا تھا اور مسجد تیلیا نوالی میں خطیب بھی تھا ایک دن اس نے دورانِ تعلیم کہا کہ میں امام ابوحنیفہ سے بہتر ہوں کیونکہ امام ابوحنیفہ کو صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں (یہ اس کا بہتان ہے ورنہ آپ جیسا متبحر محدث کوئی نہ ہوگا۔ اویسی غفرلہٗ۔ تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کا رسالہ، امام ابوحنیفہ اور علم الحدیث) اور مجھے اس سے زیادہ یاد ہیں۔ جب مولاناؒ عبدالجبار کو یہ خبر پہونچی تو آپ نے فرمایا اس عبدالعلی کو میرے مدرسہ سے نکال دیا جائے وہ عنقریب مرتد ہو جائے گا۔ اس کو مدرسہ غزنویہ سے خارج کر دیا گیا اور پھر ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ وہ قادیانی ہو گیا پھر اس کو مسجد والوں نے بھی ذلیل کر کے نکال دیا پھر کسی نے مولانا عبدالجبار سے پوچھا کہ آپ کو کیسے پتہ چلا تھا کہ یہ کافر ہو جائے گا۔ یہ سن کر فرمایا جب میں نے اس عبدالعلی کی یہ بے ادبی والی بات سنی تو میرے سامنے بخاری شریف کی حدیث پاک آ گئی: ''من عادی لی ولیا فقد آذنته بالحرب۔'' (اوکما قال) یعنی جس کسی نے میرے ولی کے ساتھ دشمنی کی میری طرف سے اس کے لئے اعلانِ جنگ ہے اور میری نظر میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں اس لئے ان کی شان میں بے ادبی کرنے والے کا ایمان کیسے رہ سکتا ہے۔ (کتاب سیدی وابی، مصنفہ ابوبکر غزنوی)

(۲) سلطان الہند خواجہ خواجگان سیدی غریب نواز سید معین الدین چشتی قدس سرہ نے فرمایا ایک مرد تھا جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے ولیوں کے متعلق بغض تھا جب کبھی کوئی اللہ کا ولی سامنے آتا تو وہ منہ پھیر کر گزر جاتا۔ جب وہ مر گیا تو لوگوں نے اسے قبر میں اتارا اور اس کا منہ قبلہ کی طرف کیا تو فوراً اس کا منہ قبلہ سے پھر گیا اور بارہا ایسا ہی ہوا۔ لوگ بڑے حیران ہوئے، پھر اچانک ہاتف سے آواز آئی اے بندوں کیوں تکلیف

اٹھاتے ہوا سے یوں ہی رہنے دو کیوں کہ یہ وہ بندہ ہے جو دنیا میں میرے ولیوں سے منہ پھیر لیا کرتا تھا اور جو شخص میرے ولیوں سے منہ پھیر لے اس سے میری رحمت بھی منہ پھیر لیتی ہے اور ایسا شخص راندۂ درگاہ ہو جاتا ہے۔ (دلیل العارفین)

فائدہ: حضرت خواجہ شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے جو شخص ولیوں کی شان میں گستاخی کرے یخشی علیہ سوء الخاتمۃ، اس پر خطرہ ہے کہ اس کا خاتمہ برباد ہو جائے۔ (روض الریاحین)

(۳) ولی اللہ کی گستاخی سے سزا پھر ادب پر انعام

شہر سنجار میں ایک شخص جو کہ اللہ تعالیٰ کے ولیوں پر طعن و تشنیع کیا کرتا تھا۔ جب وہ بیمار ہو کر قریب المرگ ہوا تو وہ ہر قسم کی باتیں کرتا مگر کلمہ شہادت نہیں پڑھ سکتا تھا بار ہا لوگوں نے اسے کلمہ شہادت سنایا مگر وہ کسی طرح کلمہ طیبہ نہیں پڑھ سکتا تھا۔ لوگ پریشان ہو گئے اور پھر حضرت خواجہ سوید سنجاری رحمۃ اللہ علیہ کو بلا لائے۔ آپ تشریف لا کر اس مرنے والے کے پاس بیٹھے اور مراقبہ کیا اور جب آپ نے مراقبہ سے سر اُٹھایا تو اس مرنے والے نے کلمہ شہادت پڑھا اور کئی بار پڑھا۔ پھر حضرت خواجہ سوید سنجاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا چونکہ یہ شخص اولیاء کرام کی شان میں بے ادبی کیا کرتا تھا اس لئے اس کی زبان کو کلمہ شریف پڑھنے سے روک دیا گیا تھا اور جب میں نے مراقبہ کیا اور مجھے یہ بات معلوم ہوئی تو میں نے دربارِ الٰہی میں اس کی طرف سے سفارش کی اور مجھے فرمایا گیا اے پیارے ہم نے تیری سفارش قبول کی لیکن شرط یہ ہے کہ جن میرے ولیوں کی شان میں یہ بے ادبی کیا کرتا تھا وہ بھی راضی ہو جائیں۔ یہ ارشاد سن کر میں حضرت الشریفہ میں داخل ہوا اور جن اولیاء کرام کی شان میں یہ نکتہ چینی کرتا تھا مثلاً خواجہ معروف کرخی، خواجہ سری سقطی، خواجہ جنید بغدادی، خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہم ان حضرات سے میں نے اس شخص کی طرف سے معافی چاہی تو ان حضرات نے

میری سفارش کی وجہ سے اسے معاف کر دیا اور اس نے کلمہ پڑھنا شروع کر دیا۔ پھر اس شخص نے بتایا کہ جب میں کلمہ شریف پڑھنا چاہتا تھا ایک سیاہ چیز میری زبان کو پکڑ لیتی تھی اور کہتی تھی میں تیری بدزبانی ہوں۔ میں تجھے کلمہ نہیں پڑھنے دوں گی ازاں بعد ایک چمکتا ہوا نور آیا اس نے آتے ہی بلا کو دفع کر دیا اور کہا میں اللہ تعالیٰ کے ولیوں کی رضا ہوں۔ پھر اس شخص نے بتایا کہ اب میں زمین وآسمان کے درمیان نورانی گھوڑے دیکھ رہا ہوں جن کے سوار بھی نورانی ہیں اور سب پڑھ رہے ہیں۔ سبوح قدوس ربنا ورب الملائکته والروح ۔اور پھر وہ شخص کلمہ شہادت پڑھتے پڑھتے دنیا سے رخصت ہو گیا۔ (قلائدالجواہر)

درسِ عبرت

اے میرے مسلمان بھائیو! بے ادبی سے بچو ورنہ پچھتانے سے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ نیز غور کریں کہ اس مرنے والے کی قسمت اچھی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے ولی خواجہ سوید سنجاری رحمۃ اللہ علیہ پہنچ گئے اور اس کی قسمت اچھی ہوگئی ورنہ ہر بے ادب گستاخ کے لئے کون آئے گا جو اسے معافی دلا دے۔

(۴) حدیث پاک میں ہے ایک شخص نے نماز پڑھائی اور اس نے قبلہ رو تھوک دیا حالانکہ رسول اکرم ﷺ دیکھ رہے تھے اور جب نماز ختم ہوئی تو والی دوجہاں ﷺ نے نمازیوں کو بلایا اور فرمایا آئندہ اس امام کے پیچھے نماز نہ پڑھیں، پھر جب وہ دوسری نماز کے لئے آگے بڑھا تو نمازیوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کر دیا اور اس کے استفسار پر نمازیوں نے بتایا کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ وہ دربارِ رسالت ﷺ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ یارسول اللہ (ﷺ) آپ (ﷺ) نے منع فرمایا ہے؟ شاہِ کونین ﷺ نے فرمایا ہاں میں نے منع کیا ہے اور فرمایا: قد اذیت اللہ ورسولہ (رواہ ابوداؤد و مشکوٰۃ) یعنی تو نے قبلہ رو تھوک کر

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو تکلیف دی ہے۔

درسِ عبرت

جو شخص جہتِ قبلہ کا ادب نہ کرے اس کے پیچھے تو نماز سے منع کیا جائے اور جو شخص کعبہ کے کعبہ حبیب خدا ﷺ کا ادب نہ کرے اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہونا چاہیے آج کل کا ہر زبان دراز کہہ دیتا ہے کہ ہر ایک کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے۔ سب قرآن ہی پڑھتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جس کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع فرمایا گیا تھا کیا وہ قرآن نہیں پڑھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے آمین۔ ہاں ہاں وہ نماز میں قرآن ہی پڑھتا تھا مگر اس کی معمولی سی بے ادبی کی وجہ سے شاہ کونین ﷺ نے نماز پڑھنے سے منع کر دیا نیز یہ حدیث پاک حسن سے صحیح ہے **قال الالبانی حدیث حسن**۔

(سنن ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۴۱) اور ترغیب وترہیب میں ہے رواہ ابوداؤد ابن حبان فی صحیحہ اور اس کے حواشی میں ہے صحیح رواہ البزاز فی کشف الاستار۔ (جلد ۱، صفحہ ۲۷۳) نیز اس حدیث پاک کی شرح میں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس امام کو نماز پڑھانے سے اس لئے منع کیا **ای منہ قلۃ الادب** یعنی بے ادبی کی وجہ سے منع فرمایا۔ نہی کی جگہ نفی کی طرف اس لئے عود فرمایا: کہ **لایصلح للامامۃ** ۔ کہ ایسا شخص بے ادبی کی وجہ سے امامت کے لائق نہیں۔

(مرقاۃ جلد دوم صفحہ ۲۲۵)

انتباہ: جب کعبہ کا بے ادب امامت کے لائق نہیں تو حضور ﷺ کا بے ادب اور آپ کی شان میں بکواس کرنے والا امامت کے لائق کیسے ہو سکتا ہے۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو بلا تحقیق ہر گستاخ بے ادب کو امام بنا لیتے ہیں۔ مزید دیکھئے فقیر کا رسالہ "امام حرم اور ہم"۔

(نوٹ: یہ رسالہ مکتبہ غوثیہ ہول سیل سابق سبزی منڈی کراچی سے حاصل کریں)

گستاخوں اور بے ادبوں سے نفرت و بیزاری

اس موضوع پر فقیر کی مستقل تصنیف ہے بنام "بد مذاہب سے بیزاری" یہاں صرف ایک واقعہ پر اکتفاء کرتا ہوں ۔ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہیں ان کے والد ابو سفیان (بحالت کفر) مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ آئے وہ اپنی بیٹی کو ملنے کے لئے ان کے گھر گئے وہاں ایک بستر بچھا ہوا تھا اس پر بیٹھنے لگے تو ان کی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے وہ بستر اٹھالیا۔ باپ کو تعجب ہوا کہ بجائے اچھا بستر بچھانے کے بیٹی نے بچھا ہوا بستر بھی اُٹھالیا۔ ابو سفیان نے پوچھا بیٹی بتایئے یہ بستر میرے لائق نہیں تھا یا میں اس بستر پر بیٹھنے کے قابل نہیں تھا کہ تو نے بستر اٹھالیا۔ ام المؤمنین نے جواب دیا ہاں یہ حبیب خدا ﷺ کا بستر اقدس ہے اور تم مشرک ہو اس لئے میں تمہیں کیسے اس بستر پر بٹھاؤں ۔غور فرمایئے کہ باوجود یہ کہ ابو سفیان یہ جواب سن کر ناراض ہوا ۔لیکن ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے باپ کی ناراضگی کی پراوہ نہ کی اس ادب واحترام سے جو ان کے دل میں حضور ﷺ کا اعزاز واکرام تھا۔

تبصرہ اویسی غفرلہ

یہ واقعہ ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا ہے جو جملہ اغواث واقطاب اور ائمہ مجتہدین جملہ مؤمنین کی ماں ہیں جن کے علم کی برابری کوئی غوث قطب اور مجتہد وامام نہیں کرسکتا اور یہ برتاؤ بھی ایک عامی آدمی سے نہیں بلکہ باپ کے ساتھ جنہیں شریعت مجازی مالک اور قرآن وحدیث میں اس کی تعظیم فرض ہے لیکن ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے عملی طور دکھادیا کہ حضور نبی پاک ﷺ کی عزت واحترام کے بالمقابل کچھ بھی نہیں۔

فقیر اویسی غفرلہ اہلِ اسلام سے اپیل کرتا ہے کہ اگر دل میں نبی پاک ﷺ کی

عزت واحترام ہے تو ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا کردار اپناؤ کیونکہ

محمد کی محبت دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے
اگر اس میں ہے خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

تمت بالخیر

مدینے کا بھکاری الفقیر القادری

ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہٗ

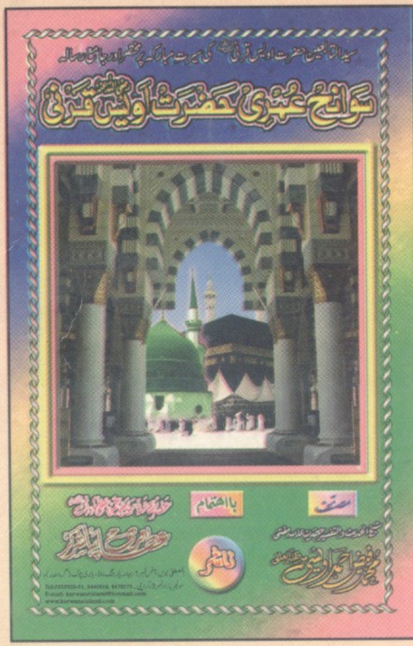
بہاول پور۔ پاکستان

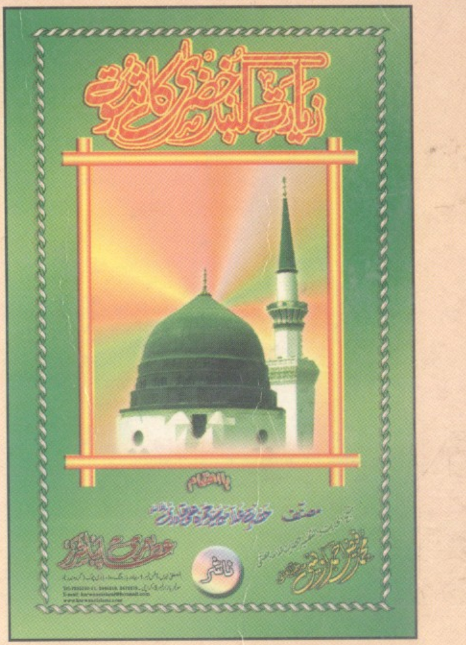
۱۲ ذوالحجہ ۱۴۲۲ھ

☆☆☆☆

☆......۞۞......☆

☆☆☆☆


سوانح عمری حضرت اویس قرنی
مصنف
باہتمام
ناشر
محمد فیض احمد اویسی


زیارتِ گنبدِ خضریٰ کا ثبوت
باہتمام
مصنف
ناشر


کھجور کی تحقیق واقسام
مصنف
باہتمام
محمد فیض احمد اویسی
ناشر
E-mail: karwaneislami@hotmail.com
www.karwaneislami.com


نماز اور وضو کے مسائل
(سوالاً جواباً)
مصنف
باہتمام
محمد فیض احمد اویسی
ناشر
www.karwaneislami.com